

# انعاماً صبر و مرضنا

شیخُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

عَارِفٌ بِاللّٰهِ مُجَدٌ ذِي مَانَةٍ حَضُورٌ مُوَلَّا مَا شَاهَ  
حَكِيمٌ مُحَمَّدٌ سَادِسٌ حَسَنٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(حضرت والاعظۃ کی جملہ تصنیف سے مضاف میں صبر کا انتخاب)

الْأَكْلُ الْأَذْنَاقُ الْقِيَامُ الْحَزِينُ  
[hazratmeersahib.com](http://hazratmeersahib.com)

بہ فیضِ صحبتِ ابراہیم در درجتیں  
بہ اپنی نصیحت دوستوں کی لشائیں  
مجبت تیرا صدقہ ہے تم پڑتے ہیں زندگی کے راہوں کے  
جو میں نیز شکر تاہوں خزانے تریے کے راہوں کے

# انتساب \*

یہ انتساب

شیخُ العربِ باللهِ مجید زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد سالم ختنہ صاحب  
والعجمی عارفِ اللہ مجید زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد سالم ختنہ صاحب

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

## اہقر کی جملہ تصانیف تالینات

مرشدنا و مولانا محبی ائمۃ حضرت اقدس شاہ ابراہیم صاحب حرمہ اللہ تعالیٰ علیہ

لور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغفرانی صاحب محبوبی حرمہ اللہ تعالیٰ علیہ

لور

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب حرمہ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحابتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ

راہقر محمد ختنہ عزماً اللہ تعالیٰ عنہ

## ضروری تفصیل

**نامِ کتاب:** انعاماتِ صبر و تسلیم و رضا

**صاحبِ مفہومات:** مجید و محبوبی مرشدی و مولائی سراج المیلت والدین  
شیخ العرب و الجم عارف بالله قطب زمال مجرد دواری  
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد سالم خسر حب رحمۃ اللہ

**موضوع:** صبر کے مختلف موقع (مصاب، امراض، انتقال، تنگی رزق پر صبر)  
مصاب کی حکمت، صبر کے مسنون اعمال، تمام قسم کے غنوں کا علاج  
دعا کی اہمیت اور فضائل، عالیین کے فتنہ کا رد

**جامع:** حضرت اقدس سید عشرت حمیل میر رحیم اللہ  
خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحیم اللہ

**مرتب:** سہیل احمد عفان اللہ عنہ

**اشاعتِ اول:** رب المرجب ۱۴۲۷ھ مطابق مارچ ۲۰۰۸ء

**ناشر:** اکادمی ترقیات الحدیث

بی ۳۸، سندرہ بلوچ ہاؤس نگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



## فہرست

### صفحہ نمبر

### عنوانات

عرضِ مرتب ..... ۱۱

## صبر کی حقیقت کے بارے میں

|         |                                       |
|---------|---------------------------------------|
| ۱۳..... | صبر کے کہتے ہیں؟                      |
| ۱۴..... | مصائب کیوں آتے ہیں؟                   |
| ۱۵..... | تلیم و رضا اور تفویض و دعا            |
| ۱۵..... | رضابالقضاء کی حقیقت                   |
| ۱۶..... | تفویض اور دعا کا اجتماع               |
| ۱۷..... | صبر کا کڑوا گھونٹ میٹھا کرنے کا طریقہ |

## ہر قسم کے دنیاوی مصائب، پریشانیوں، امراض جسمانی اور رزق کی تنگی پر صبر کے بارے میں

|         |   |
|---------|---|
| ۱۸..... | غم اور خوشی یہ دو حالات ہر انسان کو پیش آتے ہیں |
| ۱۸..... | دُکھ اور غم کا علاج                             |
| ۱۹..... | آرزوؤں میں نامرادی کی وجہ                       |
| ۲۰..... | آم جب پلتا ہے جب کچھ گرم ہوا چلتی ہے۔           |
| ۲۱..... | غم اور مصیبت کے حالات میں دو کام کرنے چاہئیں    |
| ۲۱..... | مصائب میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں    |
| ۲۲..... | المصائب سے درجات قرب بڑھتے ہیں                  |

|         |  |
|---------|--|
| ۲۳..... | غم، پریشانی اور بلاوں میں پوشیدہ رحمت پر الہامی علوم       |
| ۲۵..... | حضرت تھانوی علیہ السلام کا تسلی کے لئے منطقی طرزِ استدلال  |
| ۲۷..... | بعض مصائب بندے کو اللہ سے ملانے کے لئے آتے ہیں۔            |
| ۲۷..... | جو مصیبۃ اللہ سے جوڑ دے وہ مصیبۃ نہیں نعمت ہے۔             |
| ۲۸..... | جونعت ہمیں اللہ سے دور کر دے، وہ نعمت نہیں مصیبۃ ہے۔       |
| ۲۸..... | غموں اور پریشانیوں کی حکمتون پر عجیب مثال۔                 |
| ۲۹..... | نافرمانی سے آزمائش شدید تر کر دی جاتی ہے۔                  |
| ۳۰..... | سکھ میں اللہ کو یاد رکھو، دکھ میں اللہ تمہیں یاد رکھے گا۔  |
| ۳۱..... | آیت وَلَنَبْلُو نَكْمٌ بِشَنِيٍّ وَمِنَ الْخُوفِ کی تشریع۔ |
| ۳۲..... | ابتلاء و امتحان کا مفہوم۔                                  |
| ۳۲..... | عاشقانِ خدا کے امتحان کا مقصد۔                             |
| ۳۳..... | اللہ تعالیٰ کے امتحان کے منصوص پرچے۔                       |
| ۳۴..... | اللہ تعالیٰ کے امتحان کا پہلا پرچہ۔                        |
| ۳۴..... | انبیاء علیہم السلام پر مصائب کی وجہ۔                       |
| ۳۵..... | اویلاء اللہ پر مصائب کی وجہ۔                               |
| ۳۵..... | امتحان کا دوسرا پرچہ۔                                      |
| ۳۶..... | امتحان کا تیسرا پرچہ۔                                      |
| ۳۶..... | امتحان کا چوتھا پرچہ۔                                      |
| ۳۷..... | امتحان کا پانچواں پرچہ۔                                    |
| ۳۷..... | المصیبۃ اول لفظ ”بشارت“ کا ربط۔                            |
| ۳۷..... | صاحب غمِ اللہ کی راہ جلد طے کر لیتا ہے۔                    |
| ۳۸..... | ایمان صبر سے اور صبر تعلقِ مع اللہ سے قائم رہتا ہے۔        |

## کسی کے انتقال پر صبر کے بارے میں

|         |  |
|---------|--|
| ۳۹..... | املِ میت سے تعریت کرنا ان کی تسلی کا باعث ہے۔                                    |
| ۴۱..... | اللّٰہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دل کو غم پروف کر دیتے ہیں۔                          |
| ۴۳..... | حوادث کے وقت اولیاء اللّٰہ کے قلوب کو فرشتے شہزادیتے ہیں۔                        |
| ۴۳..... | حضرت گنگوہی عَمَّا لَيَعْلَمُ اور مولانا یعقوب نانوتوی عَمَّا لَيَعْلَمُ کا صبر۔ |
| ۴۵..... | ایک دیہاتی بزرگ کی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تسلی۔                 |
| ۴۵..... | والدین کی جدائی کے غم کا علاج۔   |
| ۴۶..... | عزیزوں کا وفات پا نارحمت کیسے ہے؟  |
| ۴۷..... | املِ میت کے ذمہ دو کام ہیں۔  |
| ۴۹..... | سنۃ استرجاع (إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّ أَلِيَّهُ رَجِعُونَ)، ایک امتیازی نعمت۔       |
| ۴۹..... | إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّ أَلِيَّهُ رَجِعُونَ کی تفہیم کے لئے ایک آسان مثال۔         |
| ۵۰..... | حقیقی صبر کیا ہے؟  |
| ۵۱..... | صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں۔   |
| ۵۳..... | اولیٰک هُمُ الْمُهْتَدُونَ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول۔                |
| ۵۴..... | استرجاع کی سنۃ ادا کرنے کے مختلف موقع۔   |
| ۵۵..... | تعریفِ مصیبت بزبانِ نبوت۔  |
| ۵۵..... | سنۃ استرجاع کی تتمیل۔  |
| ۵۶..... | شرح حدیث ”إِنَّ اللَّهَ مَا أَخْلَدَ لَهُ مَا أَعْطَى... اخ“۔                    |
| ۵۷..... | ہمارا مقصدِ حیات صرف اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔                            |
| ۵۷..... | درسِ تسلیم و رضا۔  |
| ۵۸..... | المصیبۃ شامت اعمال اور مصیبۃ بلندی درجات کی پہچان۔                               |

## اہلِ دنیا کے طعن وطنز پر صبر کے بارے میں

|   |    |
|---|----|
| جس ذات سے اتنی نعمتیں ملی ہوں اگر غم مل جائے تو صبر کرے                                     | ۵۸ |
| دنیا کی راحت ہو یا تکلیف، ایک خواب کی مانند ہے  | ۶۰ |
| ”غم میں بھی شکر کرے“، کام مطلب یہ ہے کہ اعتراض نہ کرے                                       | ۶۲ |
| وظیفہ کی حیثیت  | ۶۳ |
| اہلِ دنیا کے طعن و تشنج کا علاج   | ۶۴ |
| اللہ کے راستے میں جتنی مراجحت ہو گہر انہیں چاہیے  | ۶۶ |
| والدین اگر دین میں رکاوٹ ڈالیں تو کیا کرنا چاہیے؟   | ۶۷ |
| طعن و تشنج کے وقت خاموش رہنے کا انعام   | ۶۸ |
| ملائق کے استہزا پر صبر کے معنی  | ۶۹ |
| اہلِ دنیا کے طعن و تشنج کی وجہ  | ۷۰ |
| دنیا وی حوادث سے پریشانی کا سبب   | ۷۱ |
| حضرت حکیم الامت تھانوی <small>عَلَيْهِ السَّلَامُ</small> کی شانِ صبر                       | ۷۲ |
| انتقام لینے میں ہی فائدہ ہے   | ۷۲ |
| کوئی ولی اللہ انتقام لینے والا نہیں ہوتا  | ۷۳ |
| سخت ترین امتحانات انبیاء <small>عَلَيْهِمُ السَّلَامُ</small> اور ان کے سچے تعین پر آتے ہیں | ۷۴ |
| دشمنوں کا وجود باطنی تربیت و ترقی کا سبب  | ۷۶ |
| تشویش کا تکونی راز  | ۷۶ |
| دشمنوں کی مخالفت کی مثال  | ۷۷ |
| اہلِ اللہ کا مزاج   | ۷۷ |
| اہلِ دنیا کا مزاج   | ۷۸ |

## تمام قسم کے غموں کا علاج

|    |  |
|----|--|
| ۷۹ | صبر اور نماز سے دنیا کے غموں کا مداوا.....                   |
| ۸۰ | مصائب پر روزِ قیامت انعامات کی بارش ہوگی.....                |
| ۸۱ | دین و دنیا کی تمام پریشانیوں کا حل.....                      |
| ۸۲ | دعا کرتے وقت امید کو غالب رکھو.....                          |
| ۸۳ | غم و پریشانی کے دور ہونے کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے..... |
| ۸۴ | بندگی کی حقیقت.....  |
| ۸۵ | مصیبت میں دعاء لگنے کا مزہ.....                              |
| ۸۶ | کوئی پریشانی ہو، اللہ کے حوالے کر کے مطمئن ہو جاؤ.....       |
| ۸۷ | تمام مشکلات کا حل استغفار اور دعا کرنا ہے.....               |
| ۸۸ | ہر مصیبت سے نجات کا چودہ سو برس پر اناسخ.....                |
| ۸۹ | توبہ و استغفار کرنے والے پر بے حساب روزی کی بارش.....        |
| ۹۰ | تقویٰ کے چند مزید انعامات.....                               |
| ۹۱ | دعاء لگنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے.....              |
| ۹۲ | اللہ تعالیٰ کو گڑگڑا کر دعاء لگنے والے محبوب ہیں.....        |
| ۹۳ | ساری عمر اللہ سے مانگتے رہیں، وہ کبھی تنگ نہیں ہوتے.....     |
| ۹۴ | کثرتِ دعا سے کام بنتا ہے.....                                |
| ۹۵ | جب کوئی غم، پریشانی، فکر ہو تو اللہ سے فریاد شروع کردو.....  |
| ۹۶ | دعا کی قبولیت کی مختلف صورتیں.....                           |
| ۹۷ | ڈاکٹر اگر مایوس کرے تو بھی اللہ سے نا امید مت ہو.....        |
| ۹۸ | لرزادیے والے مصائب میں حکمتِ الہیہ کی مثال.....              |

|          |  |
|----------|--|
| ۹۶.....  | حضرت یعقوب علیہ السلام کے غمِ یوسف علیہ السلام کی حکمت۔  |
| ۹۷.....  | مرضِ جسمانی و روحانی دونوں میں ما یوں نہیں ہونا چاہیے۔   |
| ۹۸.....  | اللہ کے عاشقِ دعا میں اللہ سے گفتگو کا لطف لیتے ہیں۔   |
| ۹۹.....  | دعا کا قرب نفلی عبادات کے قرب سے بڑھ کر ہے۔  |
| ۱۰۰..... | اللہ سے مصیبت اور معصیت دونوں سے حفاظت مانگئے۔   |
| ۱۰۰..... | عافیت کے بارے میں ایک غلط فہمی کی اصلاح۔   |
| ۱۰۲..... | تدبیر سے پہلے دعا کرنے سے جلد کام بتتا ہے۔   |
| ۱۰۳..... | دعانازل شدہ اور آنے والی بلااؤں کو دور کرتی ہے۔  |
| ۱۰۴..... | دعا کی ایک خاص برکت کہ مصائب لذیذ ہو جاتے ہیں۔   |
| ۱۰۵..... | دعا مانگنا عبادت ہے۔   |
| ۱۰۵..... | دعائے مانگنے والے سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔  |
| ۱۰۵..... | بندے کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے۔   |
| ۱۰۶..... | بیمار مسلمان کو اس کی صحت کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔  |
| ۱۰۶..... | بیمار مسلمان کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھپڑتے ہیں۔   |
| ۱۰۶..... | بیمار کی دعا مش فرشتوں کی دعا کے ہے۔   |
| ۱۰۶..... | مصطفیٰ سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔   |
| ۱۰۷..... | چھوٹی سے چھوٹی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔   |
| ۱۰۷..... | بے توجہی سے مانگی گئی دعا کی مثال۔   |
| ۱۰۷..... | مالِ حرام کی نحوضت سے دعا نہیں قبول نہیں ہوتیں۔  |
| ۱۰۸..... | تقدیر کا بد لنا، بعض و ظائف، مسنون اعمال، عالمین کے فتنہ کا رد<br>تحقیقِ خیر و شر حکمت سے خالی نہیں۔ |

- اللہ کا فیصلہ اللہ پر حاکم نہیں، مکوم ہے..... ۱۰۸
- خدا جب چاہے اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے..... ۱۰۹
- دشمنوں کی ضرر رسانی سے بچنے کا وظیفہ اور دعا..... ۱۱۰
- پریشانی سے نجات اور جائز حاجت کا وظیفہ..... ۱۱۱
- یا حَمْدُ، یا عَزِیْزٌ، یا مُعْنَیٰ، یا تَاصِرٌ کا وظیفہ پڑھنے کی تعداد..... ۱۱۱
- ہر شر سے حفاظت کا مسنون عمل..... ۱۱۱
- ملوک کی محتاجی سے بچنے کا ایک وظیفہ..... ۱۱۲
- شرح حدیث اللہُمَّ اجْعُلْنِي صَبُورًا وَاجْعَلْنِي شَكُورًا..... ۱۱۳
- حقیقی شکر کیا ہے؟..... ۱۱۴
- عاملین کا فتنہ اور اس کا رد..... ۱۱۵
- یا قَهَّارٌ کا وظیفہ..... ۱۱۶
- گمراہ عاملین سے بچنے کی نصیحت..... ۱۱۷
- شریعت کے خلاف کسی بھی عالم کا عمل جنت نہیں..... ۱۱۸
- مقداء کو گمراہ لوگوں سے نہیں مانا چاہیے..... ۱۱۹



## مالک تعالیٰ شانہ کا سہارا

(از کلام مرشدی نور اللہ مرقدہ)

موجن غم میں ہے کشتی پھنسی اے خدا  
فضل سے اس کو کوئی کنارا بھی دے  
ایسی کشتی کو موجودوں کا کچھ ڈر نہیں  
مالک بحر و بر جب سہارا بھی دے

## عرضِ مرتب

بسمِ تعالیٰ۔ پیشِ نظر کتاب مرشدی و مولائی عارف باللہ شیخ العرب والجعوم

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب علیہ السلام کی تصانیف سے منتخب کردہ ان مضامین کا مجموعہ ہے جو صبر اور تسلیم و رضا سے متعلق ہیں۔ حضرت والا علیہ السلام کے صبر پر بیانات کی تاثیر کو احقر کے شیخ ثانی حضرت میر صاحب علیہ السلام اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت علیہ السلام کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر عطا فرمائی تھی، حضرت والا کا بیان غزدہ اور شکستہ دولوں کے لئے ایک مرہم و تسکین تھا اور سامعین اپنے تمام غموں کو بھول کر اللہ تعالیٰ کی محبت سے مست اور تسلیم و رضا کی کیفیت سے سرشار ہو جاتے تھے۔“

صبر آزمائحالات سے کس بشر کی زندگی خالی ہے؟ زندگی کے مختلف مواقع پر

ہر ایک کو ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہی ہے کہ جب دل غزدہ ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی تسلی دے، ایسے وقت میں میرے شیخ کے کلماتِ تسلی غزدہ کے دل کو ایسے مطمئن کر دیتے تھے جیسے چھوٹا بچہ ماں کی گود میں پکنچ گیا ہو۔ اب الحمد للہ! حضرت والا علیہ السلام کے وہی ارشادات، مواعظ و مفوظات کی صورت میں تسلی کا سامان ہم پکنچاہے ہیں۔

میرے شیخ و مرشد حضرت اقدس عارف باللہ شاہ فیروز میمن صاحب مدظلہ کی

خواہش ہوئی کہ صبر سے متعلق حضرت والا علیہ السلام کے تمام متفرق مضامین کو یکجا کر دیا جائے تو زیادہ نفع کی امید ہے، لہذا حضرت شیخ دامت برکاتہم کی ہدایت کے بموجب مکرمی مولانا مفتی جہانگیر سلمہ نے تمام تصانیف سے متعلقہ مضامین جمع کر کے احقر کے حوالے کئے، احقر نے بتوفیق الہی مکرات کو حذف کر کے مواد کو ترتیب دیا اور عنوانات لگا کر اسے کتاب کی شکل دی اور حضرت مدظلہ نے اس کا نام ”انعامات صبر و تسلیم و رضا“ تجویز فرمایا۔

ہر قسم کی مشکلات سے نکلنے میں دعا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اس لئے رسالہ کا ایک حصہ دعا مانگنے کے بارے میں ہے۔ لیکن آج کل عمومی مزاج یہ بن گیا ہے کہ کوئی مشکل آئے تو عام آدمی کا ذہن دعا اور رجوع الی اللہ کی بجائے عملیات کی طرف جاتا ہے،

جس کی وجہ سے جعلی عالمین کے ہتھے چڑھ کر اپنا عقیدہ بھی خراب کرتے ہیں، مال اور وقت بھی ضائع کرتے ہیں، اور بہت سے لوگ تو ایمان ہی سے ہاتھ وہ بیٹھتے ہیں۔ اس لئے رسالہ کا اختتام جعلی عالموں کے بارے میں حضرت والا ﷺ کی فیقی نصائح پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے، حضرت والا ﷺ اور حضرت میر صاحب ﷺ کے درجات کو بلند فرمائے، ہمارے اور اُمّت کے جملہ مصائب کو راحتوں سے تبدیل فرمائے۔ ان کلمات کو حضرت ﷺ کی ایک جامع دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ”یا اللہ! ہمارے گھروں میں جو پریشانیاں ہیں سب کو دور فرمادے، ہم میں سے جس کو جو مشکل پیش ہو، جس کے گھر میں کوئی بیماری ہو، مصیبہ ہو، جسمانی ہو یا روحانی، اپنی ہو یا اپنے بچوں کی یا اپنے گھروں کی، سب کو شفاعة طافرما۔ اے اللہ! ہمیں سلامت رکھئے گردوں کی پتھری سے، گردوں کے بیکار ہونے سے، پتے میں پتھری سے، کینسر ہونے سے، بلڈ کینسر ہونے سے، جملہ خطرناک بیماریوں سے ہمیں اور ہمارے گھروں کو حفاظت نصیب فرماء، سلامتی اعضا کے ساتھ ساتھ سلامتی ایمان بھی نصیب فرماء۔ جو مقرض ہوں ان کے قرضوں کو جلد سے جلد ادا فرمادے۔ اے اللہ! آپ کی شان وہ ہے کہ مٹی کو آپ سونا بنادیتے ہیں۔ مولانا رومی ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض مٹی کو آپ سونا بناتے ہیں اور کسی مٹی کو آپ انسان بنادیتے ہیں۔ آپ اتنی بڑی قدرت والے ہیں۔ اپنی اس قدرت قاہرہ کے صدقہ میں ہم سب کو تمام قرضوں سے نجات اور ہماری روزیوں میں برکت کے ساتھ ساتھ وسعت بھی عطا فرمادیجئے۔ ہماری دنیا و آخرت راحت و عافیت والی بنادیجئے۔ آمین“

(نوٹ: حضرت الانور اللہ مرقدہ کی دعاؤں کا مجموعہ ”ورد بھری دعائیں“ ادارہ تالیفات اختریہ،

خاقانہ عرفۃ السالکین، کراچی سے بلا قیمت مفت و سستیاب ہے۔)

### العارض

سہیل احمد عفی اللہ عنہ

۲۵ / جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ

مطابق ۲۱ / جنوری ۲۰۰۲ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## انعاماتِ صبر و تسلیم و رضا صبر کے کہتے ہیں؟

**ارشاد فرمایا کہ** حدیث شریف میں وارد ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک! اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ ایک دین پر ابھارتی ہے، دوسرا خواہش نفسانی کو ابھارتی ہے۔ پہلی قوت کو دوسرا قوت پر غالب کر دینے کا نام صبر ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانیہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرے۔ ذکر اللہ، محبت اہل اللہ، موت و قبر و دوزخ کے مراتبہ سے صبر کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

پس نفس کو دین کی بات پر پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کام نہ ہونے دینا، ہی صبر ہے۔ اگر مالدار ہے تو ایسے دولت والوں کے لئے صبر یہ ہے کہ دماغ خراب نہ ہو، خداۓ تعالیٰ کو نہ بھول جائے، موت اور قبر کی بے کسی کا دھیان رکھے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ زمی اور احسان کرے۔

ایک موقع صبر کا یہ ہے کہ عبادت کے وقت سستی نہ آنے دے خواہ نماز ہو یا زکوٰۃ دینا ہو۔ ایسے موقع پر صبر تین طرح کا ضروری ہے۔ عبادت سے پہلے نیت درست کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں، نفس کی کوئی غرض شامل نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ عبادت کے وقت کم ہمتی نہ کرے، خوب ہمت سے دل لگا کر سنت کے مطابق عبادت کرے اور دل کو بھی حاضر رکھنے کا اہتمام کرے۔ تیسرا یہ کہ عبادت کے بعد کسی کے سامنے اپنی عبادت کو کہتا نہ پھرے۔

دوسرا موقع صبر کا گناہ کے تقاضے کے وقت ہے، اس وقت کا صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔

تیرا موقع صبر کا یہ ہے کہ جب کوئی مخلوق تکلیف دے، بُرا بھلا کہے تو اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلنے لے، خاموش رہے اور یہ خیال کرے کہ ہم آج اس کی خطاط معاف کر دیں گے تو کل حق تعالیٰ ہماری خطاط معاف کر دیں گے۔

چوتھا موقع صبر کا یہ ہے کہ مصیبت اور بیماری اور مال کے نقصان یا کسی قربی عزیز کے مرجانے کے وقت صبر کرے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلاف شرع کلمہ نہ کہے، اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے کہ ایسا مجھ پر ظلم کیوں کیا؟ یا اتنی جلدی ہمارے عزیز کو کیوں موت دے دی؟ اور نہ بیان کر کے روئے۔ البتہ طبع غم سے رونا اور آنسو بہانا اور اس صدمہ کا اپنے خاص احباب سے اس نیت سے اظہار کرنا کہ اس سے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے جائز ہے کیونکہ بعض وقت بالکل صبر اور خاموشی سے دل کو بیماری لگ جاتی ہے۔ ایسے موقع پران کے ثواب کو یاد کرے اور یہ سوچ کہ یہ سب ہمارے فائدے کے لئے ہے اور یہ سوچ کہے صبری سے تقدیر تو تلقین نہیں، ناحق ثواب بھی کیوں کھو یا جائے۔

### مصاب کیوں آتے ہیں؟

**ارشاد فرمایا** کہ دنیا میں نقصان اور حادثات ہمارے لیقین کو بنانے کے لئے آتے ہیں جیسے بچہ کو کوئی کھلونا اتنا پسند آجائے کہ وہ کھلیل میں ماں کو بھول گیا تو ماں اس کھلونے، ہی کوگم کر دیتی ہے، پھر کھلونا نہ پا کر جب بچروتا ہے تو ماں کہتی ہے آمیرے عل! میری گود میں آجا، میری آنکھیں تجھے ترس رہی ہیں۔ ایسے ہی بندہ کسی چیز میں پھنسا رہتا ہے، کسی فانی شے کو جان کا سہارا بنا لیتا ہے، اس کو اللہ میاں ہٹا دیتے ہیں تاکہ بے سہارا ہو کر میری طرف بھاگ آئے۔ لہذا اگر کوئی حادثہ پیش آتا ہے اور یہ مسجد بھاگتا ہے، سجدے میں سر کھدیتا ہے، تو یہ حادثہ سبب ہو گیا اس کی حضوری کا، تضرع و گریہ و مناجات کا۔ پس اپنے بندوں کو اپنی ذات سے جوڑنے کے لئے یہ حادثات آتے ہیں، جب ہم دنیاوی تعلقات میں پھنس کر اللہ میاں کو بھول جاتے ہیں تو یہ تعلقات چونکہ جا ب ہو گئے تھے، اس لئے جا ب کو ہٹا دیتے ہیں اور خود مل جاتے ہیں۔

## تسلیم و رضا اور تفویض و دعا

**ارشاد فرمایا کہ** جو بات دنیا میں اپنی مرضی کے نام موافق پیش ہو تو اس پر بعض وقت حد سے زیادہ غم اور گھٹن سے سخت کون تھان پکنچ جاتا ہے اور پھر دین کے کاموں میں بھی خلل اور کوتا ہی ہونے لگتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقدیر پر راضی رہنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سوچ کر یہ بات ہماری مرضی کے تخلاف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر تو پتا بھی نہیں ہلتا، چنانچہ یہ معاملہ خدا کی مرضی سے ہے اور مولیٰ کی مرضی ہماری مرضی سے بہتر ہے اور اس میں یقیناً ہمارا نفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے اپنی رحمت خاص کو ماں باپ کی رحمت سے ننانوے (۹۹) گناز زیادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت بہلول عزیز اللہ ایک بزرگ گذرے ہیں، ان سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا مزار حکیما ہے؟ فرمایا اس کے مزار کا کیا پوچھنا جس کی مرضی سے سارے جہان میں کام ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے؟ فرمایا کہ دنیا میں ہر کام حق تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے اور میں نے اپنی مرضی کو حق تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیا ہے، بس جو ہمارے مولیٰ کی مرضی ہے وہی ہماری بھی مرضی ہے، اس لئے ہر کام ہماری مرضی سے ہو رہا ہے اور اس وجہ سے میں ہر حال میں خوش رہتا ہوں۔ حق تعالیٰ کی اس تعلیم سے بندہ ہر حال میں خوش رہتا ہے یعنی تھوڑا بہت رنج و غم تو ہو جائے گا مگر بہت زیادہ تکلیف ناقابل برداشت نہ ہو گی اور وہ تھوڑا غم اس بندے کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا لطف بڑھادے گا اور قرب خاص کا ذریعہ ہو گا، آخرت سے غفلت نہ ہو گی اور دنیا کی محبت سے حفاظت رہے گی۔ یہی وہ تعلیم ہے جس سے اللہ والوں کے دن ورات بڑے چین سے گذرتے ہیں۔ دنیا دار تو معمولی پریشانی میں بھی بدحواس اور گھٹھنے لگتا ہے اور اللہ والے غم کے پہاڑوں کو بھی مجھ سے کپکی طرح تسلیم و رضا کی منجیق میں رکھ کر اڑا دیتے ہیں۔

### رضا بالقضاء کی حقیقت

**ارشاد فرمایا کہ** رضا بالقضاء کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے خیر مانگتے رہنا اور

راضی رہنا اس کے حکم پر جو جاری کر دیا گیا ہے۔ آدمی کی بد نجتی یہ ہے کہ خیر مانگنا بند کر دے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناخوش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ناموافق حالات میں طبیعت اور دل کو رنج و غم بھی نہ ہو۔ پھوڑے والامر پیش جب آپ پریش کرتا ہے تو تکلیف کے باوجود اکثر سے خوش رہتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں روتے کیا حال ہوا تھا لیکن دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی تھے اور اپنا غم اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب مخدوم بے شکر اللہ

اسی لذتِ تسلیم کو بیان فرماتے ہیں۔

سوگ میں یہ کس کی شرکت ہو گئی

بزمِ ماتم بزمِ عشرت ہو گئی

مگر یہ نعمت یعنی حق تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا جب ہی نصیب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور آخرت پر یقین ہو، اور یہ یقین و محبت اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صحبت ہی سے ہاتھ لگتی ہے۔ حضور ﷺ کے صاحبزادے کا جب انتقال ہوا تو فرمایا اے بیٹے ابراہیم! بے شک آنکھیں آنسو بھاتی ہیں اور دل غمگین ہے مگر زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا مالک راضی ہو اور بے شک! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ ایک صحابی نے جب تجوہ سے عرض کیا کہ آپ بھی روتے ہیں؟ تو فرمایا اے ابن عوف! یہ تورحمت ہے (یعنی یہ دنارحمت کے سبب سے ہے)۔

### تفویض اور دعا کا اجتماع

**ارشاد فرمایا کہ** حکیم الامت حضرت تھانوی عزیز اللہ نے فرمایا کہ تسلیم اور تفویض کے ساتھ دعا مانگنا عین سنت ہے اور ان کو اس طرح جمع کیا جائے کہ دعاء تو عافیت کی مانگتار ہے مگر دل سے یہ ارادہ ہو کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی تو بھی میں راضی رہوں گا۔ ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحنفی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں کامیاب رہتا ہے، چلت بھی اپنی پٹ بھی اپنی:

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلْمُؤْمِنِ إِنَّ أَصَابَتْهُ حَيْثُ  
حَمَدَ اللَّهَ وَشَكَرَ وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمَدَ اللَّهَ وَصَدَرَ فَالْمُؤْمِنُ يُوْجِرُ فِي  
كُلِّ أَمْرٍ هُكْلٌ فِي الْلُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِهِ رواه البیهقی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب البکاء علی المیت، ص: ۱۵)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن کی عجب شان ہے، اگر اس کو کوئی بھلانی ملتی ہے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی ایذا پہنچتا تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے، مومن کی ہربات پر اجر و ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ یعنی موافق حالت میں شکر سے اور ناموافق حالت پر صبر سے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا ب گڑھی عزیزیتی کے کیا خوب اشعار ہیں۔

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے  
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں، اس حال کو اکمل دیکھا ہے  
جس راہ کو ہم تجویز کریں، اس راہ کو اقل دیکھا ہے  
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں، اس راہ کو اہل دیکھا ہے

### صبر کا کڑوا گھونٹ میٹھا کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ایک حوض میں اگر شربت روح افزائے، اس میں کئی ٹو نیاں لگی ہوئی ہیں، جب آپ ٹوٹی کھولیں گے تو اس میں سے شربت روح افزائے گا لیکن کسی نے ٹوٹی میں تھوڑی سی کوئی کڑوی چیز لگادی تو اگر وہ شخص پر یہ سے ٹوٹی کھولے گا تو کڑوی چیز کی کڑواہٹ محسوس بھی نہیں ہوگی، غالب شربت ہی رہے گا۔ ایسے ہی اگر اللہ تعالیٰ راضی ہیں، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ کے تعلق کی برکت سے اللہ کی محبت کی مٹھاس کا شربت بھرا ہوا ہے، اب دنیا کی کوئی بھی مصیبت آئے گی مثلاً نزلہ زکام ہو گیا یا کسی کا انتقال ہو گیا لیکن اس شربت کی مٹھاس کی وجہ سے اس کی زندگی بہت ہی پر سکون ہوتی ہے۔

## غم اور خوشی یہ دو حالات ہر انسان کو پیش آتے ہیں

**ارشاد فرمایا** کہ دو قسم کے حالات ہر انسان کو پیش آتے ہیں، کبھی خوشی کے لمحات ہوتے ہیں، کبھی اس کی کوئی آرزو پوری نہیں ہوتی تو دل میں صدمہ بھی ہوتا ہے، کبھی غم بھی خوشی۔ اس غم اور خوشی کے دور سے کوئی نہیں بچا، حتیٰ کہ انبیاءؐ کے رام علیہ السلام، کوئی بھی دونوں زمانے دیکھنے پڑے۔ چنانچہ اسلام اور کفر کے پہلے معزکہ جنگ، غزوہ بدربیں جبکہ قریش کے نامی گرامی سرداروں کے مارے جانے کی خوشی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اور جب ”عدو اللہ و رسول“ ابو جہل کا سر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ مارے خوشی کے سجدہ شکر بجالائے لیکن ٹھیک اسی وقت آپ کی صاحبزادی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر نزع کا عالم طاری تھا، اور جس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچنے تو اس وقت صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کو جنتِ البقیع میں دُن کیا جا رہا تھا۔

## دُکھ اور غم کا علاج

اسی طرح کفار کی طرف سے حضور ﷺ کو جو تکلیف دہ با تین سنی پڑتی تھیں تو آپ اس سے بھی غمزدہ ہو جاتے تھے، اس غم کا علاج جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے، وہ کیا ہے؟

﴿لَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكُمْ يَضِيقُونَ رُكُوبًا يَقُولُونَ﴾

(سورۃ الحجر: آیة ۹۷)

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مخالف فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! کفار کی طعن و تشنیع سے جو آپ کا سینہ گھٹ رہا ہے، ہم اس سے باخبر ہیں، آپ تو ہر وقت میری نظرِ حمت اور نظرِ عنایت کے سامنے ہیں، پس جب آپ کو کوئی غم پہنچنے تو فسیح محدث رَبِّكَ فوراً اپنے رب کی پاکی بیان کیجئے اور اپنے رب کا ہر حال میں شکر ادا کیجئے۔ وَ كُنْ مِنَ السُّاجِدِينَ اور نماز میں مشغول ہو جائیے، سجدے سے مراد یہاں نماز ہے۔

اس وقت شیطان بدگانی کرتا ہے کہ کیا ہم ہی رہ گئے تھے اس مصیبت کے لئے؟  
تو کہیے سجان اللہ! اللہ پاک ہے ظلم سے، غم بچج کر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا، ہمارے ہی درجات بلند کرنے کے لئے غم بچجتے ہیں۔

## آرزوؤں میں نامرادی کی وجہ

لہذا غم کو سوچ کر بڑھاؤ مسٹ، فوراً بزرگوں کے پاس چلے جاؤ، نیک دوستوں میں دل بہلاو، اُس زمانے میں اللہ کو زیادہ یاد کرو، جب ہوا مخالف ہوتی ہے تو پائٹ جہاز کی رفتار اور بڑھادیتا ہے۔ اللہ کے نام کا سہارا بھی ایسا ہے کہ کوئی اور سہارا کیا کام دے گا! ہم پر مصائب کبھی اس لئے آتے ہیں کہ میرا بندہ مجھے جیسا یاد کرنا چاہیے ویسا یاد نہیں کر رہا ہے، جیسے صیاد جب چڑیا کو گھونسلے سے باہر نکال کر قید کرنا چاہتا ہے تو گھونسلے کو آگ لگادیتا ہے۔

وہ جلا اس کا نیشن وہ اُٹھا اس سے دھوال  
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامانِ وصال

اور دعا کا مزہ بھی غم کی حالت میں بہت آتا ہے، آہ! جب کوئی مصیبت زدہ دل دعا کرتا ہے اس کیفیت کو اہل نعمت کیا سمجھ سکتے ہیں۔

روتی ہے ایک چڑیا ہر شاخ سے لپٹ کر  
دیکھا ہے جب سے اپنا جلتا ہوا نیشن

جس شاخ پر وہ بیٹھنا چاہتی ہے، اس کو کاٹ دیتا ہے تاکہ ہر طرف سے نا امید ہو کر میری قید میں آجائے۔

جس کو تاکوں گا نیشن کے لئے  
وہ ہی ڈالی کاٹ ڈالی جائے گی

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس بندے کو بہت چاہتے ہیں اس کی آرزوؤں کو نامراد کرتے رہتے ہیں، جس شاخ مراد پر نیشن بنانا چاہتا ہے، اس کو کاٹ دیتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اگر اس کی

آرزو پوری کر دوں گا تو یہ دنیا سے کھینے لگے گا، مر نے والوں پر مر نے لگے گا، پھر ہم سے دل نہ لگائے گا جو زندہ حقیقی ہے، ہم چاہتے ہیں حقیقی پر مرجائے تاکہ یہ بھی زندہ ہو جائے۔ لیکن بلا اور مصیبت مانگو مت، مانگو تو عافیت اور راضی رہو مصیبت پر بھی۔ اگر غم بچھ ج دیں تو سمجھ لو کہ ہمارے تعلق مع اللہ کی بریانی کو دم دینے کے لئے غم بھیجا ہے، لیکن اگر ہم غم کو سوچ سوچ کر بڑھالیں تو کیا ہو گا؟ بریانی جل جائے گی یا نہیں؟ جن لوگوں کا حق تعالیٰ سے تعلق نہیں تھا، جب کوئی بڑا غم آیا تو بہت سوں کا ہارٹ فیل ہو گیا، لتنے ہی لوگوں نے خود کشی کر لی لیکن کسی اللہ والے کے بارے میں آپ نہیں سنیں گے کہ اس نے خود کشی کی ہو، ان کے دل کو حق تعالیٰ کا سہارا ہوتا ہے۔

### آم جب پکتا ہے جب کچھ گرم ہوا چلتی ہے

**ارشاد فرمایا کہ** جس کو اللہ ولی بناتا ہے تو اس کو قوتِ برداشت بھی بہت دیتا ہے، اسی کی برکت سے اس میں استقامت رہتی ہے، عجب و کبر سے تحفظ ہوتا ہے۔ اگر ان مصائب سے نہ گذارا جائے تو اتنا بڑا مجمع دیکھ کر اور ساری دنیا میں ڈنکا چڑے، ہم لوگوں کا دماغ خراب ہونے لگے حالانکہ حضور ﷺ کی حیات مبارک میں آپ کی عزت کیسے کیسے پاش ہوئی۔ اولیاء اللہ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہوتا ہے، ان کو بھی مخالفین کے مجاہدات سے گزارتے ہیں لہذا کسی کی مخالفت سے کبھی مت گھراو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ہر نبی کے لئے دشمن بنایا ہے، ہم تو نبی کے غلام ہیں، کیا خبر وہ مصیبت اللہ تعالیٰ سے جوڑ دے۔ بہت سے ایسے حالات ہوتے ہیں کہ اگر وہ مصیبت نہ آئے تو وہ شخص ہمیشہ اللہ والوں سے دور رہے۔ ان مصائب سے صبر کی طاقت اور نفس میں فناست پیدا ہوتی ہے، ایک دم پکا دیا جاتا ہے، آم نہیں پکتا جب تک کہ تھوڑی سی گرم ہوانہ چلے، اگر گرم ہوانہ چلے تو بولئے! آم کے کا؟ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی محبت کا آم جس کے دل میں پکانا چاہتے ہیں تو ذرا گرم ہوا بھی چلاتے ہیں، کچھ مخالفین گرم گرم پھونک مارتے رہتے ہیں، ستاتے بھی رہتے ہیں، تلخ با تیں بھی کہتے رہتے ہیں۔

## غم اور مصیبت کے حالات میں دوکام کرنے چاہئیں

**ارشاد فرمایا کہ** اس بات کو سمجھ لیجیے کہ غم اور مصیبت کے حالات میں کرنے کے کام دوہیں، یعنی غم کے حالات کے دو حق ہیں۔ **نمبر ۱:** اللہ سے عافیت کی دعا مانگنا۔ ایسے حالات میں اللہ سے عافیت کی دعا مانگنا یا ادائے حقوق بندگی ہے۔ اس میں اپنے ضعف اور عجز کا اٹھا را اور اقرار ہے، ادائے حق بندگی ہے کہ میرا بندہ اپنے ضعف کا اقرار کر رہا ہے کہ غم زیادہ ہونے سے دل کمزور ہو جائے گا، ہم ضعیف ہیں، ناتواں ہیں، اے اللہ! آپ اپنی رحمت سے اس غم کو عافیت سے تبدیل فرمادیں۔ **نمبر ۲:** دل سے اس پر راضی رہے کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی، اسی حالت میں رہا تو اللہ تعالیٰ سے شکایت نہیں کروں گا، یہی تسلیم و رضا ہے یعنی اس پر راضی رہنا یہ ادائے حقوقِ مالک ہے کہ وہ ہمارے مالک ہیں اور وہ بھی ارحم الراحمین مالک!

## مصطفیٰ میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں

**ارشاد فرمایا کہ** حضرت معاویہ بن عقبہ کا پیر پھصل گیا اور دانت ٹوٹ گیا، انہوں نے فرمایا: **الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُذْهِبِ الشَّمْسَ وَالْبَصَرَ** شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری آنکھوں کی روشنی کو نہیں چھینا اور میری سماعت محفوظ رکھی۔ حدیث شریف میں ہے ان یہود مَا أَخَذَوَلَهُ مَا أَعْطَى (جو چیز اللہ لے لے اور جو وہ عطا فرمائے سب اللہ ہی کا ہے)، جب کوئی چیز لی جائے تو یہ سوچ کے عطا کی فہرست لکنی لمبی ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک صاحب آئے، ان کے پیر میں زخم تھا، فرمایا شکر کرو، کہا کس بات کا شکر کرو؟ فرمایا اس بات پر شکر کرو کہ یہ زخم جو پیر میں ہے پیٹ میں نہیں ہے، آنکھ میں نہیں ہے۔ بزرگوں کی شان عجیب ہے۔ ایک بزرگ استنباط کے لئے نکلے، چوکھت سے سر نکلا گیا اور خون بہنے لگا، لوٹ آئے اور لیٹ گئے اور فرمایا الحمد للہ۔ دو خادم موجود تھے، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! اس تکلیف کے وقت یہ شکر کا کون سا موقع تھا؟ انہوں نے فرمایا: ایں بلا دفع بلا ہائے بزرگ۔

یہ جو چوٹ لگی کسی بڑی بلا سے نجات کا ذریعہ معلوم ہوتا ہے، کوئی بڑی بلا آنے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے چھوٹی بلادے دی۔ خادموں نے کہا حضرت! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر دونوں کسی کام سے باہر نکلے، راستے میں دیکھا کہ شیخ کے دو شمشن شیخ کو جان سے مارنے کے ارادے سے گھات لگائے چھپے ہیٹھے تھے، تب وہ خادم واپس آئے کہ واقعی! اب آپ کی بات ہماری سمجھ میں آئی۔

### مصائب سے درجاتِ قرب بڑھتے ہیں

(کار کا ایک معمولی حادثہ ہو گیا تھا، جس میں بعض احباب کے یہکی سی چوٹیں آئی تھیں  
آج وہ لوگ آئے تو ان کی تسلی کے لئے یہ مضمون فرمایا۔ جامع)

**ارشاد فرمایا کہ** حدیث شریف میں ہے کہ کسی بندے کا مقام بہت اونچا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا رہتا ہے لیکن وہ اپنے عمل سے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ النَّوْمَنِ لَهُ لَمْ يَنْلُغْ هَا بِعَمَلِهِ  
ابْتَلَاهُ اللَّهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَرَهُ عَلَى ذَلِكَ  
حَتَّى يُبَلِّغُهُ الْمَنِيرَةُ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ۔ رواه احمد و ابو داؤد))  
(مشکوٰۃ المصاہیب: (قدیمی)، باب عیادة المیریض، ص ۷۳)

تو اللہ تعالیٰ اس کوئی مصیبت اس کے جسم میں یا اولاد میں دے دیتے ہیں اور پھر اس کو صبر کی طاقت بھی دیتے ہیں، صبر کا پرچہ بھی سب حل کر دیں گے، یہاں صابر نہیں فرمایا صابر فرمایا یعنی اللہ اس کو صبر کی طاقت بھی دے گا، اس مصیبت پر برداشت کی طاقت بھی دیتے ہیں، ایسے ہی نہیں چھوڑ دیتے کہ جاؤ مرد، بلکہ صبر کی طاقت بھی دیتے ہیں۔

درد از یار است و درماں نیز هم

دل فدائے او شد و جان نیز هم

درد بھی دوست کی طرف سے ہے اور درماں بھی دوست کی طرف سے ہے، ایسے مالک پر جان و دل قربان کرنا چاہیے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ امتحان بھی لیا اور پاس بھی کر دیا اور درجہ بھی

بلند کر دیا۔ اس لئے بوجم اگر بلڈ پریشر ہائی (high) یا لو (low) ہو جائے تو پریشان ہرگز نہ ہو۔ بلڈ بھی ان کا ہے اور پریشر بھی ان کی طرف سے ہے، اس لئے پریشانی کیسی؟ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ غم غیر اختیاری طور پر آجائے ورنہ غم کی تمنانہ کرے۔

خود حضور ﷺ نے غم سے پناہ مانگنے کی تعلیم اپنی امت کو تلقین فرمائی: اللہُمَّ

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهُمَّةِ وَالْحُزْنِ اَلله میں ہم اور حزن سے پناہ چاہتا ہوں۔ ہم اس غم کو کہتے ہیں الہی یعنی یعنی بِ الْإِنْسَانِ جو انسان کو گھلادے۔ غم کو طلب کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے پہلوانی دکھانا ہے حالانکہ ارشادِ ربانی ہے وَحُلْقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا، حُلْقَ مجہول کا صیغہ ہے کہ انسان کو ضعیف بنایا گیا۔ اس میں پیدا کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں فرمائی اور تعلیم فرمائی کہ نقش کی نسبت اللہ کی طرف نہ کرے۔ ہاں اگر غیر اختیاری طور پر خود بخود غم آجائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ گویا یہ ایسا انعام ہے جس کا مانگنا جائز نہیں، یہ ایسا مہمان ہے کہ جس کا بلا ناجائز نہیں۔ لبسِ دعا کو کہ جو زخمی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو مکمل صحت عطا فرمادے اور ہم سب کو ایکسپریڈنٹ سے بچائے اور سب کو محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین

## غم، پریشانی اور بلا وسیں میں پوشیدہ رحمت پر الہامی علوم

**ارشاد فرمایا** کہ دنیا میں جو حادث و واقعات ہو رہے ہیں، یہ محض اتفاقی امور نہیں ہوتے بلکہ حق تعالیٰ کے ارادے اور مرضی کے تحت واقع ہوتے ہیں لیکن آج کل لوگ کہتے ہیں، اگر کوئی اچھائی اور نعمت مل گئی مثلاً تجارت میں توقع سے زیادہ نفع ہو گیا یا کسی ملازم پیشہ کی تخلوہ میں غیر متوقع اضافہ ہو گیا وغیرہ، تو کہتے ہیں کہ حسن اتفاق سے ایسا ہو گیا، اور اگر کوئی براہی پہنچ گئی مثلاً سڑک کے کسی موڑ پر لیکسی سے تصادم ہو گیا یا اچانک کوئی بیماری آگئی یا اور کسی مصیبت میں بیتلہ ہو گئے تو کہتے ہیں کہ صاحب! سوء اتفاق سے یہ حادثہ پیش آگیا۔ غرض نعمت مل گئی تو حسن اتفاق اور مصیبت آگئی تو سوء اتفاق سے منسوب کر دیتے ہیں اور خدا کو بھول گئے کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کے ارادے

اور مرضی اور رو بیت کے تحت ہو رہا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ لَكِنَّا لَا تَأْسُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ  
وَلَا تَفْرُحُوا بِمَا آتَيْتُكُمْ ﴾

(سورۃ الحدید: آیات ۲۲، ۲۳)

اے لوگو! کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگروہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ (بیان القرآن) معلوم ہوا کہ ہم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے زمین میں یا ہماری جانوں میں، وہ محض امر اتفاقی نہیں ہے، ایسا کوئی واقع نہیں ہے جو بغیر کسی ارادے کے خود بخود واقع ہو گیا ہو بلکہ یہ جو کچھ عالم میں رونما ہونے والا تھا، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، اور یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اللہ کے لئے کوئی مشکل کام ہے اِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ اللہ کے لئے یہ بالکل آسان ہے۔ اور اے انسانو! یہ تقدیر جو ہم لکھ چکے ہیں، کیوں ہم اس کی اطلاع تم کو دے رہے ہیں لَكِنَّا لَا تَأْسُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ تاکہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے تو تم زیادہ غمگین نہ ہو جاؤ کغم سے چار پائی پر ہی لیٹ جاؤ، ہم نے تمہیں غم سے مغلوب ہو جانے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے، اپنی یاد کے لئے پیدا کیا ہے، اور ہم اپنے بندوں کو اتنا غم نہیں دیتے جس کو وہ برداشت نہ کر سکیں، ہم تمہاری وسعت، برداشت سے زیادہ غم نہیں دیتے ہیں، غم تو ہم تم کو تھوڑا سادا تیتے ہیں، تم اس کو بے صبری سے اور ہمارا سہارا چھوڑ دینے سے بڑھا لیتے ہو۔

لہذا سوچنا چاہیے کہ ہماری ناراضگی اور بے صبری سے مصیبت تو ملے گی نہیں البتہ ایمان ہاتھ سے جاتا ہے گا، دنیا کے ساتھ آخرت بھی جائے گی۔ دعا کی قولیت میں تاخیر ہو کجھی نہ گھبراۓ، امیدوار ہے، ما یوسی کو فرسنجھے۔ غرض ایک وجہ تو اس تقدیر کی اطلاع سے یہ ہے کہ جب کوئی نقصان ہو جائے تو غم تم پر آسان ہو جائے کیونکہ جب یہ سوچو گے کہ جو مقدر تھا وہی ہوا تو غم بھی پلاکا ہو جائے گا، اور اس رضا بالقضاء سے تم ہمارے

مقرب ہو جاؤ گے، اور صبر پر ہماری معیت خاصہ تمہیں حاصل ہو گی۔ اور دوسری وجہ اس اطلاعِ تقدیر کی یہ ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوهُ إِنَّمَا أَشْكُنُهُ أَرْكَوْنَ نعمت تم کو ملے تو تکرنا رہ کرو اور یہ سمجھو کہ یہ نعمت تمہارا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ محض عطا ہے حق ہے، جو تمہارے لئے تمہاری پیدائش سے قبل ہی مقدر کی جا چکی تھی۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں قُلْ لَنِّيُصِيبُنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا

(سورۃ التوبۃ: آیہ ۱۵) اے محمد ﷺ! آپ فرمادیجھے کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی (چاہے وہ مصیبت غیر اختیاری ہو یا اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہو لَنِّيُصِيبُنَا میں سب داخل ہے) مگر وہ پہلے ہی اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی تھی۔ لنا میں جو لام ہے، عربی قواعد کے مطابق انتقام کے لئے آتا ہے (اللام للاحقانع) تو یہ معنی ہوئے کہ جو مصیبت اور نقصان یا تکلیف دنیا میں آتی ہے وہ ہمارے فائدے کے لئے ہی ہوتی ہے، اس میں ہمارا نفع ہوتا ہے، یعنہ سمجھ لینا کہ اس مصیبت میں ہمارا کوئی ضرر ہے۔ اللہ کو ہم سے دشمنی نہیں ہے، ضرر تو دشمن پہنچاتا ہے، کہیں دوست بھی ضرر پہنچایا کرتا ہے؟ اور اللہ تو ہمارا دوست ہے۔ **ہُوَ مَوْلَانَا وَهُوَ مَوْلَانِی** ہے۔ مولیٰ ولی سے مشتق ہے، دوست کہیں دشمنی کیا کرتا ہے؟ اس روایت میں ترتیبیت کا ہر انداز ہماری ولایت اور دوستی کو لئے ہوئے ہے، ہر مصیبت میں ہماری دوستی پچھی ہوئی ہے۔ **كَتَبَ اللَّهُ لَنَا** کے بعد **هُوَ مَوْلَانَا** فرمایا کریمہ بتا دیا کہ تمہاری تقدیر کی اس کتابت میں ہماری ولایت شامل ہے، ہم نے دوستی اور ولایت کے پیش نظر تمہاری تقدیر لکھی ہے۔ پس جب تمہاری تقدیر ہماری دوستی کے تحت ہے تو پھر جو مصیبت یا نقصان ہوتا ہے اس میں تمہارا فائدہ ہی ہو گا، ضرر نہیں ہو سکتا۔

### حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تسلی کے لئے منطقی طرزِ استدلال

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصیبت میں اپنے لئے خیر سمجھنا فرضِ عین ہے، یہ یقین کرنا فرض ہے جیسا کہ نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے۔ مصیبت آجائے تو اللہ پر راضی رہے کہ ضرور اس میں میرے لئے کوئی خیر ہے۔ یعنہ سمجھو کہ کہاں سے یہ

مصیبت میری قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ مفتی محمد حسن امرتسری عَزَّوجلَّ کا واقعہ سناتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی اور حکیم الامت تھانوی عَزَّوجلَّ کے اجل خلیفہ تھے، میں نے بھی ان کی زیارت کی ہے اور ان کے جنازے میں بھی شریک ہوا تھا۔

ان کی نمازِ جنازہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری عَزَّوجلَّ نے پڑھائی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب تھانہ بھون اپنے شیخ حضرت تھانوی عَزَّوجلَّ کی خدمت میں اصلاح کے لئے چالیس دن لگارہے تھے، آکر حضرت سے عرض کیا کہ آج گھر سے خط آیا ہے، سب پچ بیار ہیں، یوں بھی بیمار ہے، اس کی وجہ سے میں بہت تشویش میں ہوں۔ حضرت مفتی صاحب چونکہ معقول و منقول کے امام تھے تو حضرت حکیم الامت نے انہیں جواب بھی منطق والا عطا فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب! مومن کا اعتقاد جب ”مقدار“ پر ہے تو پھر اس کو ”مکدر“ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر حضرت تھانوی عَزَّوجلَّ نے یہی آیت پڑھی:

﴿قُلْ لَّنِيٌّ صَبِيَّنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مُؤْلِتَنَا﴾

(سورة التوبۃ: آیة ۵۱)

ترجمہ: آپ فرمادیجھے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے، وہ ہمارا ملک ہے۔ فرمایا کہ لنا کالام یہاں نفع کے لئے ہے۔ مومن کو جو مصیبت پہنچتی ہے، جو تکلیف پہنچتی ہے، اس میں سراسر مومن ہی کا فائدہ ہے کیونکہ اس میں چار ہی صورتیں ممکن ہیں، چیلنج کرتا ہوں کہ پانچویں کوئی صورت نہیں ہے۔ (۱) مومن کو تکلیف دے کر اللہ تعالیٰ سو فیصد فائدہ اٹھا لے۔ یہ ناممکن ہے کیونکہ اس سے اللہ کا نعوذ باللہ! بندوں کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور وہ سارے عالم سے بے نیاز ہے لہذا یہ صورت محال ہے۔ (۲) سو فیصد نہیں بلکہ پچاس فیصد اللہ کا ہو پچاس فیصد بندے کا ہو۔ فتنی فتنی۔ یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا لازم آتا ہے۔ (۳) تیری صورت یہ کہ نہ بندے کا فائدہ ہونے اللہ کا فائدہ ہو۔ جس کو چاہا کھانسی دے دی، جس کو چاہا بخار دے دیا، کسی کو غم دے دیا، کسی کو ایکیڈنٹ کر دیا۔ تو بے فائدہ کام کرنا، فضول اور غوکام کرنا یہ اللہ کی عظمت کے خلاف ہے، اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

(۲) اب صرف ایک ہی شکل باقی رہ گئی کہ ہر مصیبت اور تکلیف میں سو فیصد مومن ہی کا فائدہ ہے۔ سبحان اللہ۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسی وقت دل میں برف کی طرح ٹھنڈک آگئی، تسلیم و رضا کی کیفیت طاری ہو گئی۔

غرض عالم میں جو واقعات پیش آرہے ہیں، عرش سے ان کی کمان ہو رہی ہے، یہ واقعات تو نظر آرہے ہیں لیکن جن کی گنگرانی اور کمان کے تحت ہو رہے ہیں، وہ ذات نظر نہیں آتی۔ جس طرح آپریشن روم سے کمانڈ رانچیف کمان کرتا ہوتا ہے اور جنگ میدان میں لڑی جاتی ہے، جنگ تو نظر آتی ہے لیکن آپریشن روم نظر نہیں آتا۔ بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ فوجیں خود بخون دقل و حرکت کر رہی ہیں حالانکہ وہ کمانڈر کے ارادے اور کمان کے تحت ہوتی ہیں۔

### بعض مصائب بندے کو اللہ سے ملانے کے لئے آتے ہیں

غرض جس حالت میں اللہ تعالیٰ رکھیں اسی میں راضی رہو، مصائب سے گھبرا نہیں چاہیے مگر دعا مانگتے رہو، دعا سے تعلق بڑھتا ہے، اگر ہمیشہ عافیت و راحت ہی رہے تو مزاج عبدیت استقامت سے ہٹ جائے۔ اللہ حکم بھی ہے اور حکیم بھی، وہی جانتا ہے کہ غم کی آگ سے ایمان اور اخلاص کے نور میں کیا ترقی ہو رہی ہے اور جنت میں اس صبر کا ہمیں کیا درجہ ملنے والا ہے؟ پر دیس کے دن کٹ ہی جاتے ہیں، یہ پریشانی آتی ہی اس لئے ہے کہ ہم ان کو یاد کریں جیسے کسی کا لڑکا ابا کو یاد نہ کرتا ہو، دور دور رہتا ہو تو ابا محلہ کے لڑکوں کو کچھ پیسے چکپے سے دے دیتا ہے کہ اس کے چپت لگاؤ، اس کو اتنا مارو کہ اسے ابا یاد آجائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تھوڑی پریشانیاں بھیج کر ہمیں چپت لگواتے ہیں، پھر پریشانی میں اللہ یاد آتا ہے، پھر اللہ والوں کے پاس بھاگتا ہے، پھر خانقاہوں کی طرف بھاگتا ہے، مسجد کی طرف بھاگتا ہے کہ یا اللہ! میری یہ پریشانی دور فرمادیجھے۔

### جو مصیبت اللہ سے جوڑ دے وہ مصیبت نہیں نعمت ہے

لہذا یہ غم اور مصیبت بھی اس معنی میں نعمت ہیں، جو نعمت ہمیں خدا کی پہنچا دے

وہ تو نعمت ہے ہی، جو مصیبت ہمیں خدا تک پہنچا دے وہ بھی نعمت ہے۔ مصیبت سے نجات تو مانگ لیکن مصیبت کو اپنے لئے مفید سمجھو، اگر کسی کو مصیبت میں خدا سے تعلق بڑھ جائے اور اللہ والوں کے پاس جانے کی توفیق ہو جائے، ان سے دعا کرا رہا ہو، اللہ سے دور کعات صلوات الحاجت پڑھ کر دعا مانگ رہا ہو اور اس مصیبت کی وجہ سے بہت سے گناہ چھوٹ گئے ہوں تو جو مصیبت اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے، جو مصیبت غفلت کے پردوں کو چاک کر دے، جس مصیبت سے گھبرا کر مسجدیں یاد آئیں، خانقاہیں یاد آئیں، اللہ والے یاد آئیں تو سمجھ لو کہ وہ مصیبت نہیں ہے، وہ نعمت ہے۔

**جونعمت ہمیں اللہ سے دور کر دے، وہ نعمت نہیں مصیبت ہے**  
 اور جو نعمت ہمیں خدا سے دور کر دے وہ نعمت نہیں مصیبت ہے مثلاً کسی کا کاروبار نہیں چل رہا تھا، اس نے کسی بزرگ سے دعا کروائی، انہوں نے کوئی وظیفہ بتا دیا، دور کعات صلوات الحاجت پڑھ کر روزانہ دعا مانگنے پر لگا دیا۔ ان کی دعا کی برکت سے اس کا کاروبار اچھا چل پڑا، خوب مال و دولت کی فراوانی ہو گئی، لیکن اگر اس دولت سے اس نے اپنی جائز حاجات پوری کرنے کے علاوہ گناہوں میں خرچ کیا مثلاً ویسی آر، ٹیلی و یڑن لے آیا، ننگی فلموں اور بدمعاشیوں میں لگ گیا، غیر اللہ میں پھنس گیا تو یہ دولت اس کے لئے نعمت نہیں مصیبت ہے۔

### غموں اور پریشانیوں کی حکمتوں پر عجیب مثال

**ارشاد فرمایا کہ** دنیا ایک ہسپتال ہے جہاں کسی کو انڈا ڈبل روٹی کھلایا جاتا ہے اور کسی کا آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے کبھی یہ خیال نہ کرو کہ ہمیں غریب کیوں بنایا؟ فلاں کو کیوں امیر کر دیا؟ جس طرح ہسپتال میں جس مریض کے لئے جو چیز مناسب ہوتی ہے، ڈاکٹروں ہی کرتا ہے، اسی طرح دنیا کے ہسپتال میں جس شخص کے لئے جو چیز مناسب تھی، اللہ میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمار ہے ہیں۔ پس اگر یہ استحضار ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ہماری مصلحت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تو کبھی ما یوئی اور

بے چینی نہ ہوگی۔ یہ تسلیم و رضا جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے روح کو خاص تعلق ہو، پھر کوئی مصیبت بھی آئے، چاہے بیٹا مر جائے یا بیوی مر جائے یا تجارت میں گھاٹا آجائے، حتیٰ کہ خود اپنی جان میں کوئی بیماری لگ جائے تو غم اور تکلیف تو ضرور ہوگی لیکن اتنی نہیں ہوگی کہ دل کا چین چھکن جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ غم کی حالت کے باوجود دل میں چین ہو۔ اس پر مولانا جلال الدین روی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا شعر سنئے، فرماتے ہیں۔

|                             |                        |
|-----------------------------|------------------------|
| گر او خواهد عین غم شادی شود | عین بند پائے آزادی شود |
|-----------------------------|------------------------|

اگر اللہ تعالیٰ فیصلہ کر لے کہ مجھے اس بندے کو خوش رکھنا ہے تو غم کی عینیتِ مصطلحہ یعنی اصطلاحاً جو عینیت ہے، اس غم کی ذات کو اللہ تعالیٰ خوشی بنا دیتا ہے۔ دنیا والے تو غم کو ہٹا سکیں گے اور خوشی کے اسباب لاسکیں گے، آگ کو ہٹا سکیں گے اور پانی لاسکیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اجتماعِ ضد دین پر قادر ہے، وہ آگ کو پانی بنا دیتا ہے اور غم کی ذات کو خوشی بنا دیتا ہے اور پاؤں کی بیڑی اور قید کو آزادی بنا دیتا ہے۔ لہذا اللہ اگر چاہے تو عین غم کی حالت میں اپنے قرب کی وہ لذت چکھا سکتا ہے کہ جس سے غم کے باوجود دل مطمئن ہو، وہ غم کو ہی خوشی بنا سکتا ہے، جیسے آنکھ کی سیاہی میں نور کا خزانہ رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ذات ہے، وہ اضد اکو جمع فرمانے پر قادر ہیں، بے چینی کے اسباب کو چین کا سبب بنانے پر قادر ہیں۔ لیکن یہ توجہ ہو کہ ہم ان کو راضی رکھیں، ہم تو چین و سکون گناہوں میں تلاش کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **أَلَا إِنِّي كُرِّلُ اللّٰهُ تَعَظِمَنِ الْقُلُوبُ** چین تو اللہ کی یاد میں ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے چین لینا چاہتے ہیں۔

### نافرمانی سے آزمائش شدید تر کردی جاتی ہے

یاد رکھیں کہ اللہ کی نافرمانی سے آزمائشیں شدید کردی جاتی ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہو یوں کو ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار سے منع کرنے کا قصہ ہے کہ یہود کو اللہ تعالیٰ نے یوم السبت (سینچر کے دن) شکار کرنے کو منع فرمایا تھا لیکن ہفتہ میں چھ دن مچھلیاں نہیں آتی تھیں اور سینچر کے دن ان مچھلیوں کو حکم ہو جاتا آج سطح پر آ جاؤ تاکہ یہودی دیکھ دیکھ کر

لچاں میں اور فتنہ میں بیٹلا ہوں، اس پر قرآنِ پاک کی آیت جو نازل ہوئی اس پر غور کیجئے:  
 ﴿إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبِيلِ إِذَا تَأْتِيهِمْ حِينَئِامٌ هُمْ يَوْمَ سَبْتُهُمْ شَرَّ عَالَمٍ  
 لَا يَسْتِئنُونَ لَا تَأْتِيهِمْ حَكْلٌ لَكَبِلُوْهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُدُونَ﴾  
 (سورۃ الاعراف: آیۃ ۱۶۳)

ترجمہ: وہ ہفتہ کے بارے میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جبکہ ان کے  
 ہفتہ کے روز (دریا کی) مچھلیاں ظاہر ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن  
 نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں، ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش کرتے تھے  
 اس سبب سے کہ وہ (پہلے سے) بے بحکمی کیا کرتے تھے۔ (بیان القرآن) تو ان کو ان کی  
 نافرمانیوں کی وجہ سے شدید آزمائش میں بیٹلا کر دیا گیا، معلوم ہوا کہ نافرمانی سے آزمائش  
 شدید کر دی جاتی ہے۔ اس طرح یہودی فتنہ میں بیٹلا ہو گئے اور پھر ان پر عذاب نازل ہوا۔

**سُكُّھ میں اللہ کو یاد رکھو، دُکھ میں اللہ تمہیں یاد رکھے گا**

ارشاد فرمایا کہ جو بیٹا باپ کو خوش رکھتا ہے، باپ بھی اس کو خوش رکھنے کی کوشش  
 کرتا ہے اور جو بندہ اپنے ماں کو خوش رکھتا ہے ماں کبھی اس کو خوش رکھنے کے لئے مال و  
 اسباب اور سارا عالم لگا دیتا ہے۔ زمین و آسمان، سورج و چاند، فرشتے، بلوں میں چیزوں میں  
 اور دریاؤں کی مچھلیاں اس کے لئے دعا کرتی ہیں اور جو اپنے ماں کو ناراض کرتے تو۔

**نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا**

**نظرِ اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا**

اللہ تعالیٰ چند دن کی مہلت دیئے ہوئے ہے، وہ حلیم ہے، حلیم وہ ذات ہے جو عذاب دینے میں  
 جلدی نہ کرے مگر ان کے کرم سے غلط فائدہ نہ اٹھاؤ، اچانک کوئی پکڑ آ جاتی ہے، پھر ایسی  
 پکڑ آتی ہے کہ کیا عرض کروں۔ کلفٹن میں ایک شخص تھا، مولویوں کو گالیاں دیتا تھا اور کہتا تھا  
 کہ ہمیں کوئی نماز کا نہ کہے، ہم نہیں پڑھتے نماز، ہمارے پاس بہت بینک بیلنس ہے،  
 چھ بیگلوں کا کراچی آ رہا ہے، ہماری سات پشتیں کھا سکتی ہیں، ہمارے پاس بربانی و کتاب

کھانے کے لئے اتنا پیسہ ہے، پھر ہم نماز کیوں پڑھیں؟ نمازوہ پڑھے جو نگاہ ہو۔ پھر کیا ہوا سنو! خبر ملی کہ پہلے پیٹ میں اسر پیدا ہوا، پھر کینس ہوا، اس کے بعد بربیانی کتاب سب منع ہو گئے، ڈاکٹروں نے پیٹ پھاڑ کر لگی ڈالی، اب صرف دتوال جو کا پانی پیتا تھا، دنیا کی ساری نعمتوں سے محروم ہو گیا، اس کے بعد آسیں لگ گئی اور نیند بھی کم ہو گئی۔ پھر اس کو مولانا لوگ یاد آئے، کہا کہ امام صاحب سے کہو کہ ہمارے لئے دعا کریں، چھ ماہ تک زندہ رہا، اس کے بعد اسی بیماری میں چھ بیگنے چھوڑ کر دنیا سے چلا گیا۔ اس لئے کہتا ہوں:

((أَذْكُرُو اللَّهَ فِي الرَّحَاءِ يَذْكُرُكُمْ فِي الشَّدَّةِ))

(مصنف ابن ابی شیبۃ: کلام حضک بن قیس رضی اللہ عنہ; رقم: ۳۲۷۹۲)

آرام میں اللہ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ ذکر میں تم کو یاد کریں گے۔ جب ہم عیش میں رہتے ہیں تو گناہوں کے انڈے تلاش کرتے ہیں اور جب پیٹھ پر اللہ تعالیٰ کے ڈنڈے پڑتے ہیں، پھر خدا یاد آتا ہے، یہ شرافت نہیں ہے۔ شریف پیٹا وہ ہے جو باپ کا ڈنڈا نہیں بلکہ اس کی مہربانیاں سوچ کر اپنے باپ کی خدمت کرے۔ شریف بندہ وہ ہے جو اپنے اللہ کے احسانات کو سوچ کر میں اس نے بنائی، آسمان، سورج اور چاند بنائے۔

**آیت وَلَنَبْلُونَکُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ کی تشریع**

ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَنَبْلُونَکُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ

وَنَقِصِّ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالشَّمَرِ﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۵۵)

اس کے مخاطب صحابہ بھی ہیں اور قیامت تک آنے والی امت مسلمہ بھی ہے۔

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول خطاب تو صحابہ سے ہے، **وَلَنَبْلُونَکُمْ** میں ضمیر **”کُمْ“** حاضر کی ہے، مگر صحابہ کے واسطے سے قیامت تک کے ایمان والوں کو خطاب ہے کہ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے۔ **وَلَنَبْلُونَکُمْ** کے معنی امتحان لینے کے ہیں۔

## ابتلاء و امتحان کا مفہوم

علامہ آلوسی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ لکھتے ہیں کہ حقیقتِ امتحان، حقیقتِ ابتلاء، حقیقتِ اختبار کا عام مفہوم تحصیل علم ہے کہ جس کا امتحان لیا جائے اس کے بارے میں علم حاصل کیا جائے کہ اس کے اندر کیا قابلیت ہے؟ جیسے مدرسوں کے ممتحن اور مہتمم اسی لئے امتحان لیتے ہیں کیونکہ ان کو خبر نہیں ہوتی کہ طالب علم میں کتنی قابلیت ہے؟ اس کو سبق یاد ہے یا نہیں؟ اور یہ پاس ہوگا بھی یا نہیں؟ تو یہاں قابلیت کا علم حاصل کرنے کے لئے امتحان لیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف اس مفہوم کی نسبت کرنا محال ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ یہ علم حاصل کرنے کے لئے امتحان لیتے ہیں کہ کون کس درجہ کا صابر اور کس درجہ کا قادر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے کہ وہ اپنے بندوں کی قابلیت سے بے خبر ہو کیونکہ **وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ** وہ لطیف ہے، نبیر ہے، علیم ہے، ہمارے سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ لہذا یہاں امتحان کے معنی نہیں ہیں کہ اللہ ایمان والوں کی قابلیت صبر جانے کے لئے امتحان لیتا ہے کیونکہ اللہ کو ہمارے امتحان کی کوئی ضرورت نہیں، وہ بغیر امتحان جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے، ہماری طاقتِ دست و بازو سے وہ باخبر ہے۔

## عاشقانِ خدا کے امتحان کا مقصد

لہذا یہاں اللہ کا لفظ امتحان اور ابتلاء استعمال فرماناً تحصیل علم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کو استعارہ تمثیلیہ کہتے ہیں، جس سے مراد یہ ہے کہ ہم تو اپنے عاشقوں کے مقامات کو جانتے ہی ہیں کہ وہ حال میں صابر اور میرے وفادار رہیں گے لیکن اس امتحان سے سارے عالم کو دکھانا چاہتے ہیں، سارے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی تاریخ سازی کرتے ہیں کہ میرے عاشق ایسے باوفا ہوتے ہیں کہ مصالب میں بھی مجھ کو نہیں بھولتے اور نعمتوں میں بھی مجھے فراموش نہیں کرتے، لہذا یہاں امتحان سے تحصیل علم کا مفہوم محال ہے۔ **وَلَنَبْلُوْنَ كُمْ** ضرور ضرور ہم تمہارا امتحان لیں گے یعنی ان آزمائشوں سے،

ان مجاہدات سے ہم تمہیں گزاریں گے تاکہ سارے عالم میں اے ایمان والو! تمہاری وفاداری کی تاریخ روشن ہو جائے، اور تمہاری وفاداری بھی ہمارے فضل سے ہوگی، ہماری امداد سے ہوگی، وَمَا صَبَرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ جَب حضور اکرم ﷺ کا صبر اللہ کی مدد کا محتاج ہے تو اُمت کہاں سے صبر لائے گی؟ لہذا غم کے موقع پر، اپنے کسی عزیز کے انتقال پر اللہ تعالیٰ سے صبر مانگنا چاہیے۔

### اللہ تعالیٰ کے امتحان کے منصوص پرچے

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنَبْلُو نَكْمٌ بِشَيْءٍ ۝ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے مگر امتحان جو ہوگا بہت ہلاکا ہوگا، بِشَيْءٍ میں جو تو یہنے ہے وہ تقلیل کے لئے ہے۔ شَيْءٍ کے معنی ہیں تھوڑا اور باہر داخل کر دیا جس کے معنی ہوئے کہ شے کا بھی کچھ جزو یعنی قلیل ترین، اور میں بھی تبعیضیہ ہے یعنی بہت ہی ہلاکا پرچہ ہو گا لہذا زیادہ گھبراو مر، اور کس چیز میں امتحان ہوگا؟ آگے پرچہ مضمون بھی بتا دیا۔ علامہ آلوسی عَلَیْہِ الرَّحْمَةُ فرماتے ہیں کہ اگر امتحان لینے والا سوالات کو پہلے ہی سے بتا دے تو بتائیے کہ کتنا آسان پرچہ ہے! اللہ تعالیٰ اپنے امتحان کے پرچوں کو بتا رہے ہیں کہ فلاں فلاں مضامین میں تمہارا امتحان ہوگا، اور تفسیر روح المعانی میں ایک وجہ اور بیان فرمائی کہ مصیبتِ فُبَاسَیَہ یعنی جو مصیبت اچانک آ جاتی ہے وہ زیادہ محسوس ہوتی ہے، اور اگر معلوم ہو جائے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے تو اس کے لئے فلیڈ تیار ہو جاتی ہے، صبر آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے آگاہ فرمادیا کہ فلاں فلاں مصیبت تم لوگوں کو آئے گی اور ان ان مصائب میں تمہارا امتحان ہو گا، تو پہلے سے علم ہو جانے سے پرچہ اور آسان ہو گیا۔ اسی لئے اکثر مریض کافی دن تک بیمار رکھے جاتے ہیں تاکہ ان کے متعلقین دھیرے دھیرے اس مصیبت کے لئے تیار ہو جائیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ میرے ماں باپ یا قریبی عزیز چارپائی پر پیشتاب پاخانہ کر رہے ہیں تو جن کی موت سے ڈر رہا تھا، وہ خود ہی دعا مانگنے لگتا ہے کہ یا اللہ! میرے امام ابا کو یا بیوی کو یا شوہر کو یہ تکلیف نہ دیجئے، اب تخل نہیں ہے کہ اگر زیادہ دن تک

فانج رہے گا تو اماں ابا کی کھالیں سڑ جائیں گی، زخمی ہو جائیں گی اور تمام بدن سڑ جائے گا۔ کروٹ نہ لینے سے بدن سڑ جاتا ہے۔ یہ حرکت جو ہے اس میں ہماری حفاظت ہے، جو ہم چلتے پھرتے رہتے ہیں، اگر ایک طرح لیٹئے رہیں تو کھال زخمی ہونے لگتی ہے۔

### اللہ تعالیٰ کے امتحان کا پہلا پرچہ

تو اللہ تعالیٰ نے امتحان سے آگاہ فرمایا کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ عِمَّنْ أَخْوَفُ  
ہم تمہیں ضرور ضرور آزمائیں گے اور اس آزمائش اور امتحان کا پہلا پرچہ خوف ہے یعنی  
خوف میں ہم تمہارا امتحان لیں گے لیکن کھربانا نہیں، یہ پرچہ بھی بہت آسان اور بالکا ہو گا، یعنی  
بہت ہی قلیل خوف سے تمہاری آزمائش ہو گی جو دشمنوں سے یا نزولِ حادث یا مصائب کی  
وجہ سے پیش آئے گا۔ علامہ آلویؒ فرماتے ہیں: الْمَرْأَدُ بِالْخُوفِ خَوْفُ الْعَدُوِّ  
خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے۔ (تفسیر روح المعانی: (رشیدیہ); جلد ۲، ص ۵۷۵)

### انبیاء علیهم السلام پر مصاب کی وجہ

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُواً مِّنَ  
الْمُجْرِمِينَ (سورہ فرقان: آیت ۳) ہر نبی کے لئے ہم نے دشمن بنایا۔ یہ جعل تکوینی ہے  
انبیاء کی ترقی درجات و تربیت کے لئے۔ پس جس کا کوئی دشمن نہ ہو سمجھ لو یہ شخص علی  
مَهْبِيجِ النُّبُوَّةِ نہیں ہے ورنہ اس کے بھی دشمن ہوتے اگرچہ امتی کا پرچہ نبیوں سے  
آسان ہوتا ہے کیونکہ بڑے لوگوں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے کتنی بلا نیں  
اور تکلیفیں اٹھائیں کہ طائفے کے بازار میں آپ پر پتھر بر سائے گئے اور آپ کے  
سر مبارک سے خون بہہ کر آپ کی نعلین مبارک میں بھر گیا، اور آپ نے فرمایا کہ اللہ کے  
راتستے میں جتنا میں ستایا گیا ہوں، کوئی نبی اتنا نہیں ستایا گیا: أَكَانَ أَشَدُ النَّاسِ بَلَاءً  
(منداری بیتلی الموصلى: ج ۸ ص ۲۰۷؛ قم ۲۹ ص ۲۷) کیونکہ آپ سید الانبیاء تھے۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اسی طرح صحابہ کو دشمن کا خوف رہتا تھا: وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ (سورہ حزادب: آیت ۱۰)

یہاں تک کہ بعض وقت کلیج من کو آگئے، وَزُلِّلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے، ان کو ہلا دیا گیا، لیکن پھر بھی وہ حسبنا اللہ وَنِعْمَ الَّوْكِیلُ کہتے تھے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کار ساز ہے۔

### اولیاء اللہ پر مصائب کی وجہ

توبات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا مقبول بناتا ہے، بڑے درجہ کی عزت دیتا ہے تو اس کو ذرا خوف سے بھی گذرتا ہے تاکہ اس کا دل مضبوط ہو جائے اور اتنا غم پہنچایا جائے کہ جب اس کو ساری دنیا میں عزت اور خوشی ملے تو اس کے سابقہ غم تکبر سے اس کی محافظت کریں، اس کی عبدیت کا زاویہ قائم نہ تو ے ڈگری قائم رہے۔ ایسا نہ ہو کہ چاروں طرف سے واہ واہ ہو تو اس کی آخرت ہو جائے۔ جس متع سنت بندے کو اللہ تعالیٰ بڑا رتبہ دینا چاہتے ہیں اس کو اتنا غم دیتے ہیں کہ اس کی آہ نہ باہ سے ضائع ہوتی ہے نہ جاہ سے ضائع ہوتی ہے اور نہ واہ واہ سے ضائع ہوتی ہے۔ سارا عالم اس کی تعریف کرے لیکن اس کی بندگی اور اس کی عاجزی، اس کی آہ وزاری، اس کی اشکباری ہمیشہ قائم اور تابندہ، درخشنده اور پائندہ رہتی ہے۔ لہذا غم سے گھبرا نہیں چاہیے، ایسے حالات سے اللہ تعالیٰ گزار دیتا ہے۔ دیکھ لو صحابہ کو خطاب ہو رہا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخُوفِ جنگِ بدر وغیرہ میں کیسے کیسے مصائب گزرے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کو جو مصائب دیئے جاتے ہیں وہ ان کی بلندی درجات کے لئے ہوتے ہیں، انبیاء کو عجب و کبر سے حفاظت کے لئے نہیں دیئے جاتے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے، اخلاقِ رذیلہ اس کے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ انبیاء کے مصائب ان کی رفتہ شان اور بلندی درجات کے لئے ہوتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کو خوف اور مصیبت جو پیش آتی ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ عجب و کبر سے ان کی حفاظت رہے۔

### امتحان کا دوسرا پرچہ

اور خوف کے بعد دوسراے امتحان سے آگاہ فرمائے ہیں: وَأَجْوَعَ تَمَہارَے امتحان کا دوسرا پرچہ بھوک ہے۔ علامہ آلوسی عجیشیہ (روح المعانی: (رشیدیہ)، جلد ۲ ص ۵۷۵)

فرماتے ہیں کہ یہاں بھوک سے مراد قحط ہے۔ اصل میں بھوک مسبب ہے، اس کا سبب قحط ہے لہذا اس کی تفسیر قحط سے کی کہ بارش نہیں ہو گی تو غلہ کم ہو جائے گا، اور روٹی نہیں ملے گی تو بھوک لگے گی تو یہ **تَسْمِيَةُ السَّبَبِ بِإِسْمِ الْمُسَبَّبِ** ہے، جسے بلاغت کے علم میں ”مجازِ مرسل“ کہتے ہیں۔ اس نبی اُمیٰ کی زبان سے مجازِ مرسل کا استعمال جس نے کبھی مکتب کا منہ نہ دیکھا ہو، نہ مختصر المعنی پڑھی ہو، نہ مجازِ مرسل کا نام ہی سنایا ہو، یہ دلیل ہے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کلام نہیں بناتا۔ بکر یاں چرانے والا پیغمبر اپنی بلاغت سے تمام عالم کو عاجز کر رہا ہے۔ اس اُمیٰ کی زبان سے ایسا فصح بلیغ کلام جاری ہونا خود دلیل ہے کہ یہ نبی کا کلام نہیں بلکہ سینہ نبوت پر کلام اللہ نازل ہو رہا ہے۔

### امتحان کا تیسرا پرچہ

امتحان کا تیسرا پرچہ ہے: وَنَقِصٌ مِّنَ الْأَمْوَالِ کبھی کبھی تمہارے مال میں بھی نقصان ہو گا اور کس طرح سے ہو گا؟ کبھی تجارت میں گھانا ہو گا اور صاحب روح المعنی لکھتے ہیں کہ کبھی باغات میں پھل نہیں آئیں گے تو پھلوں کی کمی سے مال کی کمی ہو جائے گی۔

### امتحان کا چوتھا پرچہ

اور چوتھا پرچہ ہے: وَالآنفُسِ كَبھی تمہارے پیاروں کی ہم جان لے لیں گے یعنی ان ذہابِ الأحبابِ سببِ القتلِ والموتِ (روح المعنی: (رشیدیہ): جلد ۲ ص ۵۷۵) کسی کا قتل ہو گا، کسی کو موت آئے گی، اس طرح اللہ کی طرف سب کو جانا ہو گا، موت چاہے قتل سے ہو یا طبعی ہو، کبھی تمہارے پیارے اٹھائے جائیں گے تو اس میں بھی تمہارا امتحان ہو گا۔ علامہ آلوی حجۃ اللہ فرماتے ہیں کہ پرچاً وَطَ کر کے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتادیا کہ یہ مصیبت اچانک نہیں ہو گی کیونکہ ہم تو پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ان مضامین میں تمہارا امتحان ہو گا۔ اچانک مصیبت زیادہ محسوس ہوتی ہے اور اگر پہلے ہی بتادیا جائے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے تو آدمی اس کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور پھر بتانے والا بھی اللہ ہے، جہاں تخلف نہیں ہو سکتا، جہاں جھوٹ کا امکان نہیں ہے۔

## امتحان کا پانچواں پرچہ

اور پانچواں امتحان ہے: وَالثَّمَرَتِ اور کبھی اللہ تعالیٰ پھلوں کی کمی سے تمہیں آزمائیں گے۔ یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ اس سے مراد اولاد کا انتقال ہے کہ ماں باپ کے لئے اولاد میں پھل کے ہے۔ بہر حال ظاہر تفسیر بھی ہے کہ باغات میں پھل نہیں آئیں گے۔

## مصیبت اور لفظ ”بشارت“ کا ربط

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ اے محمد ﷺ! آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے، خوشخبری سنادیجئے۔ کیوں صاحب! اگر مصیبتوں، بلاعکیں اور تکالیف بُری چیزوں تو کیا بُری چیزوں پر بھی بشارت دی جاتی ہے؟ کسی کو تکلیف ہوا اور آپ کہیں ”مبارک ہو“ تو اس کو سقدر غم ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! اس امتحان میں جب کوئی بتلا ہو تو آپ بشارت دے دیجئے، کس کو بشارت دیجئے؟ صبر کرنے والوں کو معلوم ہوا کہ مومن کے لئے مصیبت اگر بُری چیز ہوتی تو یہاں اللہ تعالیٰ لفظ بشارت نازل نہ فرماتے اور بشارت دینے والا ارحم الرحمین ہے اور جس کے ذریعہ بشارت دلار ہے ہیں وہ رحمۃ للعلیمین ہے یعنی سب سے بڑے پیارے نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے یعنی حضور ﷺ سے یہ بشارت دلوائی ہے لہذا یہ بشارت بھی کتنی پیاری ہے۔ یہ بشارت دلیل ہے کہ یہ مصیبت زحمت نہیں رحمت ہے، نعمت ہے اور کوئی عظیم الشان چیز ملنے والی ہے، جیسے کوئی کسی سے موثر سائکل چھین لے اور مردیزدے دے تو بتائیے کیا یہ مصیبت ہے؟ پس مصیبت مومن کے لئے بُری چیزوں نیں کیونکہ صبر کے بدله میں اللہ تعالیٰ اس کو مل جاتے ہیں ”متای جان جانا ال جان دینے پر بھی سستی ہے“، پس صبراً تی بڑی نعمت ہے کہ جس پر معیتِ الہیہ کا انعام عظیم ملتا ہے۔

## صاحب غم اللہ کی راہ جلد طے کر لیتا ہے

ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ حالتِ حزن میں حق تعالیٰ کا راستہ بہت جلد

اور تیزی سے ط ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پریشانی اور غم سے قلب میں ایک شکستگی اور عاجزی پیدا ہوتی ہے، اس حالت میں حق تعالیٰ کی خصوصی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ جتنا جلد صاحب حزن اللہ تعالیٰ کی راہ کو طے کرتا ہے اتنا جلد غیر صاحب حزن طے نہیں کر سکتا۔ اسی لئے انبیاء ﷺ کو بھی حزن میں مبتلا فرمایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کے لئے ارشاد فرمایا: **وَابْيَضُّثْ عَيْنَتَهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ** یہ جملہ حالیہ معرض تعلیل میں ہے جس میں ذوال حال یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں بسبب ان کے غم سے گھٹنے کے، وہ غم کو دل ہی دل میں دبار ہے تھے اور غم سے گھٹ رہے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی پینائی کا بطورِ مجزہ واپس آنا بھی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ارشاد فرمایا **فَلَمَّا آتَنَا جَاءَ الْبَشِيرُ إِلَّقُهُ عَلَى وَجْهِهِ فَأَرْتَدَ بَصِيرَةً** (سورہ یوسف: آیت ۹۶) جب خوشخبری دینے والا آیا اور یوسف علیہ السلام کا کرتہ یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال تو ان کی پینائی لوٹ آئی۔ **فَأَرْتَدَ بَصِيرَةً** کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ”نکا نک“ دیکھنے لگ۔

### ایمان صبر سے اور صبر تعلق مع اللہ سے قائم رہتا ہے

**ارشاد فرمایا کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا أَنْتُمْ تُؤْمِنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا** (سورہ آل عمران: آیت ۲۰۰) میں تین چیزیں ہیں، ایمان، صبر اور رابطہ۔ اس آیت کی ترتیب بتاریخی ہے کہ ایمان قائم نہیں رہ سکتا جب تک صبر نہ ہو، اور صبر قائم نہیں رہ سکتا جب تک حق تعالیٰ کے ساتھ رابطہ نہ ہو۔ ایمان میں قوت آتی ہے صبر سے اور صبر میں قوت آتی ہے رابطہ سے۔ ربط کے معنی عربی میں باندھنے کے ہیں، جو کشتی لنگر سے بندھی ہوتی ہے، بڑے بڑے طوفان اس کی استقامت کو ہلانہیں سکتے۔ اسی طرح جو دل خدا کے ساتھ بندھا ہوا ہو، کوئی طوفان حادث اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ خدا سے بڑھ کر کوئی طاقتوں نہیں ہو سکتا۔ پس جب ایسی قویٰ ذات سے رابطہ جس دل کا ہو گیا اس کا صبر بھی عظیم ہوتا ہے۔

پھر کوئی سوسائٹی اور کوئی معاشرہ، کوئی مصیبت و غم اس کو خدا سے دور نہیں کر سکتے، اور رابطہ قوی ہوتا ہے ذکر سے، جب ذکر کی کیفیت یا کمیت میں کمی ہو جاتی ہے، تو اللہ سے رابطہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے اور پھر صبر بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر معمولی معمولی مصیبت کا احساس بہت زیادہ ہوتا ہے اور کمرٹ جاتی ہے، اور گناہ سے بھی رابطہ کمزور ہو جاتا ہے جیسے قے کے ساتھ پیچش بھی لگ جائے، اس پر جب مصیبت آتی ہے تو صبر ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔

## اہل میت سے تعزیت کرنا ان کی تسلی کا باعث ہے

﴿وَبَشِّرُ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ ○﴾

﴿قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُعُونَ ○﴾

(سورہ البقرۃ: آیات ۱۵۵، ۱۵۶)

**ارشاد فرمایا کہ** جس کے یہاں کوئی صدمہ اور غم پہنچ جائے وہاں حاضر ہونا اور کچھ تسلی کے کلمات پیش کرنا اس کو حضور ﷺ نے سنت قرار دیا ہے۔ تعزیت کے معنی ہیں تسلی دینا۔ اس لئے تعزیت سنت ہے اور سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ غزدہ لوں پر سکون و تسلی کا مرہم عطا فرماتے ہیں۔ ایسے وقت میں لوگوں کو تسلی دینے سے اگر نفع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو مسنون نہ فرماتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وہی کام تجویز فرماتے ہیں جس میں ان کے بندوں کا فائدہ ہو۔ شریعت کے جتنے احکام ہیں سب میں ہمارا ہی فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج نہیں۔ اگر ساری دنیا کے ولی اللہ ہو کر، یورپ کے تمام کافر ممالک امریکہ، روس، جرمن، جاپان وغیرہ ساری دنیا کے سلاطین مع رعایا مسلمان ہو کر سجدے میں گرجائیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہوگا۔ ان کی شان میں ہمارے بندوں سے، ہماری عبادتوں سے اضافہ نہیں ہوتا اور اگر ساری دنیا بغاوت کر جائے، مان لیجیے کہ دنیا میں ایک مومن بھی نہ رہے تو اللہ کی عظمت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ پاک کی عظمت شان ہماری عبادتوں سے اور بغاوت سے بے نیاز اور بالاتر ہے۔ سبحان اللہ! مولا نارومی ﷺ فرماتے ہیں۔

## من نگردم پاک از تسبیح شاں

کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں میں اپنے بندوں کے سجان اللہ کہنے اور پاکی بیان کرنے سے  
پاک تھوڑا ہی ہوتا ہوں، میں تو پہلے ہی سے پاک ہوں، بلکہ  
پاک ہم ایشان شوند و در فشاں

جو سجان اللہ کہتے ہیں اور میری پاکی بیان کرتے ہیں اس کی برکت سے میرے وہ بندے  
خود پاک ہو جاتے ہیں۔ جب تم کہتے ہو سجان اللہ کہ اللہ پاک ہے تو ہماری پاکی بیان  
کرنے کے صدقے میں تم خود پاک ہوتے ہو۔ تم ہمیں کیا پاک کرو گے، ہم نے تمہیں  
منی سے پیدا کیا، ناپاک قطرہ سے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر حرم فرماتے ہوئے ایسے وقت  
ایک دوسرے کے گھر جانا اور تسلی دینا سنت قرار دے دیا۔ تقریت کے اندر یہ راز ہے کہ  
اس سے تسلی ہوتی ہے کیونکہ جس کی ماں یا باپ یا کوئی عزیز مررتا ہے اس کے قلب پر ایک  
زخم ہوتا ہے اور تسلی دینے سے اس میں کمی آتی ہے۔ تسلی دینے سے تسلی ہوتی ہے جیسے زخم پر  
کوئی مرہم رکھ دے، اور تسلی (تعریت) کو تین روز تک کے لئے سنت قرار دیا۔ اس سے  
معلوم ہوا کہ تین دن کے بعد غم گھٹنے لگتا ہے، تین دن تک غم اپنے جوش پر ہوتا ہے لہذا  
تین روز تک تسلی دینا سنت ہے، اس کے بعد مسنون نہیں۔ تین دن کے بعد غم آہستہ آہستہ  
ہلاکا ہوتے ہوتے سال دو سال کے بعد آپ کو یاد بھی نہیں آئے گا کہ دل پر کیا سانحہ گذر رہتا،  
تصور میں تو آئے گا کہ میری ماں نہیں ہے لیکن ایسا غم نہیں ہو گا جیسا اس وقت تھا۔ تقریباً  
پندرہ سال پہلے میری والدہ کا جب انتقال ہوا تو مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ ان کی کوئی چیز دیکھنے کی  
ہمت نہیں ہوتی تھی، ان کی چار پائی دیکھ کر، ان کا پانداں دیکھ کر دل رو نے لگتا تھا۔ لہذا  
میں نیک دوستوں میں دل بہلانے کے لئے ٹیکسلا چلا گیا لیکن آج غم کا کوئی ایک ذرہ معلوم  
نہیں ہوتا۔ بس ایک ہلاکا سانحیاں ماں باپ کا تو ہوتا ہی ہے، ماں باپ کی محبت کو تو کوئی شخص  
بھول سکتا ہی نہیں۔ تو غم کے موقع پر صاحبین کی صحبت میں رہا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دل کو غم پروف کر دیتے ہیں

**ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت جب کسی پر ہوتی ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ میں اس بندے کو خوش رکھوں تو دنیا کے حوادث اس کو غمگین نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو غم پروف کر دیتا ہے۔ ایسا شخص دنیا میں ہر وقت مست و شادر ہتا ہے، جتنے بھی غم ہیں، وہ اس کے دل کے باہر ہی باہر رہتے ہیں۔**

اب اگر کوئی یہ کہے کہ بعض بزرگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے بھی تو لڑ کے مرتے ہیں، ان کی بیوی کو بھی تو بخار چڑھتا ہے، وہ خود بھی بیمار ہوتے ہیں، کبھی روتے بھی ہیں تو پھر ان کے دل میں چین کہاں رہا؟ اللہ کا تو یہ وعدہ ہے کہ اطمینانِ قلب ملتا ہے اللہ کی یاد سے، اور یہ لوگ اللہ کی یاد والے ہیں، پھر یہ کیوں روتے ہیں؟ اس کا جواب حضرت حکیم الامت عَزَّوَجَلَّ دیتے ہیں کہ جب کسی اللہ والے مقنی کو دیکھو کہ وہ رورہا ہے، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، بخار سے، بیماری سے، یا بچوں کی تکلیف سے تو یہ سمجھو کہ اس کا دل بھی پریشان ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دل میں سکون و اطمینان رکھتا ہے۔ یہ آنسو دیکھنے میں ہیں، پریشانی کے نہیں ہیں، جیسے کوئی شامی کتاب کھارہا ہو، اس میں خوب ہری ہری مرچ ہو، جسے کھا کر اس کے آنسو بہرہ ہے ہیں، زبان سے سی بھی کر رہا ہے تو اس کا دوست کہتا ہے کہ آپ مجھے پریشانی میں معلوم ہو رہے ہیں، آپ رو بھی رہے ہیں، تکلیف سے آواز بھی سی سی کی نکال رہے ہیں، کیا آپ کوئی بلا کھارہ ہے ہیں؟ لا یئے! یہ کتاب مجھے دے دیجئے، ارے! میں بھی آپ کا دوست ہوں۔

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست

یعنی اصلی دوست وہ ہے جو مشکل وقت میں اپنے دوست کا ہاتھ پکڑ لے، لیکن ایسے نہیں جیسے ایک شخص کے دوست کو اس کا دشمن مار رہا تھا تو اس نے جا کر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے جسے اس کا دشمن مار رہا تھا، بس پھر تو اس کے دشمن نے خوب پٹائی کی، جب وہ پٹ کرو اپس آیا تو اپنے دوست کو خوب مارا کہ تم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے،

محھے اپنادفاع بھی نہیں کرنے دیا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کی مدد کی تھی، اس نے کہا وہ کیسے؟ تو جواب دیا کہ میں نے بچپن میں پڑھا تھا کہ ”دوسٹ آں باشد کہ گیرد دوستِ دوست“، یعنی دوست وہ ہے جو دوست کا ہاتھ پکڑ لے۔ تو اس نے کہا کہ تم نے اس شعر کا مطلب نہیں سمجھا۔ ارے دوست کا ہاتھ پکڑنے کے معنی یہ ہیں کہ تم اس کی مدد کرو، اگر وہ گر رہا ہو تو اس سے سہارا دو، دوست گڑھے میں گر رہا ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو، یہ معنی تھوڑی ہیں کہ کوئی اسے مار رہا ہو تو اس کے ہاتھ پکڑ لو تاکہ وہ اپنادفاع بھی نہ کر سکے۔ خیر! تو اس نے کہا کہ دوست وہ ہے جو مشکل میں دوست کا ہاتھ پکڑ لے یعنی

اس کی تکلیف اپنے اوپر لے لے، میں آپ کا دوست ہوں، لائیے! یہ بلا مجھے دے دیجئے، تو وہ کہتا ہے کہ یہ بلا نہیں ہے، یہ آنسو پریشانی کے نہیں ہیں، یہ آنسومزے کے ہیں، عیش کے ہیں، لطف کے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے مقبول بندوں کی بیوی بیمار ہو گئی یا اچھے بیمار ہو گیا یا کوئی اور تکلیف آگئی تو ان کے دل میں تکلیف نہیں ہوتی، جیسے واٹر پروف گھڑی کو پانی میں رکھ دو پھر بھی پانی اس کے اندر نہیں گھستا۔ اسی طرح اللہ والوں کا دل بھی غم پروف ہوتا ہے۔ اس پر میرا ایک شعر سنئے۔

زندگی پر کیفیت پائی گرچہ دل پر غم رہا  
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا  
غموں میں اہل اللہ کے خوش رہنے کو میں نے ایک اور شعر میں اس طرح تعبیر کیا ہے۔

صد مہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال  
جیسے غنچپے گھرے خاروں میں چنک لیتا ہے

اگر کلیوں کو یہ نعمت مل سکتی ہے کہ وہ کانتوں میں کھل جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص بندوں کے قلوب کو تسلیم و رضا کی برکت سے عین غم کی حالت میں خوش نہیں رکھ سکتا؟ میرا ایک اور شعر ہے۔

|                                   |                                 |
|-----------------------------------|---------------------------------|
| اس خبرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی | ہر لحظہ شہادت کے مزے اُٹ رہی ہے |
|-----------------------------------|---------------------------------|

جس حالت میں اللہ کے بندے کا کام ہے کہ راضی رہے۔ پھر ان شاء اللہ! تسلیم و رضا کی برکت سے وہ ہر حال میں خوش رہے گا۔ یہ تسلیم و رضا بہت بڑی چیز ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ السلام نے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ بتاؤ! اخلاص سے اونچا کیا مقام ہے؟ میرے شیخ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے نہیں معلوم، فرمایا ”تسلیم و رضا“، اللہ تعالیٰ کی قضاپر راضی رہنا، اس تسلیم سے بہت بڑا انعام ملتا ہے۔

**حوادث کے وقت اولیاء اللہ کے قلوب کو فرشتے سہارا دینتے ہیں**

**ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:**

﴿نَحْنُ أَوْلَيُوْ كُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

(سورۃ حم السجدۃ: آیۃ ۳۱)

ترجمہ: ہم تمہارے رفق تھے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے، اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی علیہ السلام بیان القرآن میں میں بین القوین فرماتے ہیں کہ فرشتے دنیا میں اللہ والوں کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں؟ کیا کام کرتے ہیں؟ فرماتے ہیں وہ نیکیوں کا الہام کرتے ہیں، اور حوادث میں صبر اور سکینہ نازل کرتے ہیں، دنیا میں اللہ والوں کو جب کوئی صدمہ اور غم پیش آتا ہے تو فرشتے ان کے دل کو سہارا دینتے ہیں، ہارٹ فیل نہیں ہونے دیتے، بدحواس پاگل بھی نہیں ہونے دیتے اور خودکشی بھی نہیں کرنے دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں کسی ولی اللہ سے خودکشی ثابت نہیں ہے جبکہ آج کل کے ترقی یافتہ سمجھے جانے والے ماؤن ممالک یورپ، امریکہ، اپیلن وغیرہ سے اگر خودکشی کی رپورٹ منگوائیے تو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے زیادہ خودکشیاں وہیں ہوتی ہیں۔

**حضرت گنگوہی علیہ السلام اور مولا نالیعقوب نانوتوی علیہ السلام کا صبر**

حضرت مولانا گنگوہی علیہ السلام کے صاحبزادے کا جوانی میں انتقال ہوا تو حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ السلام نے سوچا کہ جا کر حضرت کو کچھ تسلی دوں لیکن تسلی کیا دوں، وہ تو خود ہی صبر کئے بیٹھے تھے۔ اسی طرح جب قصیدہ دیوبند میں طاعون پھیل گیا تھا تو حضرت

حکیم الامت کے استاد حضرت مولانا یعقوب نانوتوی علیہ السلام کے گھر میں ایک وقت میں سات جنازے رکھے تھے۔ سوچئے آپ! گھر میں سات جنازے تھے اور جنازے بھی کس کے؟ خاص خاندان والوں کے جیسے بیٹا، بہو، بیٹی وغیرہ اس قسم کے قربی رشتہ کی میتیں رکھی تھیں۔ حضرت حکیم الامت تعزیت کے ارادے سے اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ دیکھوں! حضرت کی اس صدمہ میں کیا حالت ہے؟ کچھ روہے ہیں، کوئی آہ وزاری کر رہے ہیں، کس کیفیت میں ہیں؟ لیکن فرماتے ہیں کہ مجھے ہمت نہیں ہوئی یہ کہوں کہ حضرت! صبر کیجئے۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ صبر کیجئے تو استاد صاحب تو پہلے ہی سے صبر کئے بیٹھے ہیں اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ روئے نہیں تو پہلے ہی روئیں رہے ہیں، تو فرمایا میں چپ کھڑا تھا اور مولانا یعقوب نانوتوی علیہ السلام اس صدمہ اور غم کی حالت میں کہ گھر میں سات جنازے رکھے تھے، وضو کرتے ہوئے مثنوی کا ایک شعر پڑھ رہے تھے۔

|                       |                           |
|-----------------------|---------------------------|
| در کف شیر نر خونخوارہ | جز بہ تسلیم و رضا کو چارہ |
|-----------------------|---------------------------|

ترجمہ: میں تقدیر الہی کے خونخوار پنچے میں جلد اہوا ہوں لہذا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے بجو تسلیم و رضا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اللہ کی مرضی پر راضی رہنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں، ان سے ناراض ہو کر ہم کیا کر لیں گے، اپنی ہی بگاڑ لیں گے، لہذا اس مالک سے راضی رہنے میں ہی فائدہ ہے۔

ان سات جنازوں میں ان کے جوان بیٹے کا جنازہ بھی تھا اور بقرعید کا دن تھا، بیٹے پر نزع کا عالم طاری تھا، انہوں نے فرمایا کہ جاؤ! اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور عید کی نماز پڑھانے چلے گئے۔ یہ بھی نہیں کہا کہ میں آج عید کی نماز پڑھانے کے قابل نہیں ہوں، امامت کے قابل نہیں ہوں، آج نماز کوئی اور آدمی پڑھا دے۔ یہ صبر و ضبط اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو دیتا ہے، وہ گھبرا کر کبھی خود کشی نہیں کرتے اور نہ ہی کبھی بدحواس ہوتے ہیں، ان کے آنسو تو نکلتے ہیں لیکن بُزانِ حال یا بُزانِ قال جگر شاعر کے استاد اصغر گوندی علیہ السلام کا ایک شعر بھی پڑھتے ہیں۔

خوشا حادثِ پیغم خوشا یہ اشکِ رواں  
جو غم کے ساتھ ہوتا بھی تو غم کا کیا غم ہے

**ایک دیہاتی بزرگ کی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تسلی**

**ارشاد فرمایا کہ** حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو بہت لوگوں نے تعزیت کی لیکن ایک بدوجو (دیہاتی) بزرگ آئے اور انہوں نے ایسی تعزیت کی جس سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بہت تسلی ہوئی۔

**وَاللَّهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِعَيْنِكَ وَخَيْرٌ مِّنْ أَجْرِكَ بَعْدَهُ**

انہوں نے کہا کہ اے عبد اللہ ابن عباس! تمہارے والد کا انتقال ہو گیا، یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کے لئے تم زیادہ بہتر ہو یا عباس کا اللہ زیادہ بہتر ہے؟ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو کر عالم آخرت میں پہنچے، جن پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعام و اکرام ہو رہے ہیں، اب آپ بتائیئے کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے زیادہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات؟ جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات۔ دوسرا مصیر میں فرماتے ہیں کہ عباس کی وفات پر صبر کرنے پر آپ کو اجر ملے گا، غور کیجئے! اجر یعنی خوشندوی باری تعالیٰ زیادہ بہتر ہے یا عباس کا آپ کے پاس رہنا؟ جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بہتر ہے۔

عجب تسلی کا مضمون ان کے منہ سے نکلا۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ابا کے لئے رورہے ہو اور تمہارے ابا اپنے رب اکے پاس چلے گئے جو ارحم الراحمین ہے، پس ان کا رب تم سے بہتر ہے، اور ان کی جدائی پر صبر کے بدله میں تمہیں یہاں دنیا میں اللہ مل گیا (إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ) اور اجر و ثواب ملاتو یہ انعام تمہارے لئے تمہارے ابا سے بہتر ہے، اور جدائی بھی عارضی ہے۔ سب چند دن کی باتیں ہیں، پھر سب کو وہیں جانا ہے، وہاں سب سے پھر ملاقات ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

**والدین کی جدائی کے غم کا علاج**

**ارشاد فرمایا کہ** جس کے ماں باپ نہ ہوں وہ ان کے لئے دعا یے مغفرت کرے

اور نیک عمل کرے تو وہ دعائے مغفرت سے ان شاء اللہ جنت میں رہیں گے اور آپ نیک عمل سے جنت میں ان سے جا کر ملیں گے، یہ ہے علاج غم اور علاجِ جدائی۔ جدائی کا علاج بھی نیک عمل اور دعائے مغفرت ہے۔ اپنے ماں باپ کے لئے ایصالِ ثواب کریں، ان کا انتقال ہوا ہے، وہ مرے نہیں ہیں جیسے کہ اپنی سے لا ہو زندگی میں منتقل ہو گئے، اس عالم سے اُس عالم میں منتقل ہوئے ہیں لہذا وطنِ اصلی جو لوگ گئے، وہیں ایک دن ہم لوگ بھی جائیں گے۔ حضرت مظہر جانِ جاناں عَلَيْهِ السَّلَامُ کا جب انتقال ہونے لگا تو ان کو اپنے حال سے پتا چل گیا تو ایک شعر اپنی ڈائری میں لکھ دیا تا کہ بعد والوں کو زیادہ غم اور پریشانی نہ ہو،  
کچھ ان کی تسلی ہو جائے، وہ شعر یہ تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا  
اور مظہر درحقیقت گھر گیا

لوگ رو رہے ہیں کہ ابا ہمیں چھوڑ کر چلے گئے اور ہم تو اپنے گھر جا رہے ہیں، ہمارا تو گھر اصلی وہی ہے لہذا اللہ تعالیٰ کا عشق حاصل کرو، اللہ کی محبت حاصل کرو تو ایسی مزیداری موت آئے گی کہ آپ شاداں و فرحان مسکراتے ہوئے جائیں گے اور بربانِ حال پڑھیں گے۔

خرّم آں روز کر زیں منزلِ دیراں بروم  
راحتِ جاں طلسمِ وز پئے جاناں بروم

کیا مبارک وہ وقت ہوگا جب میں اس منزلِ دیراں سے اللہ کی طرف روانہ ہوں گا اور اپنی جاں کا آرام پاؤں گا اور محبوبِ حقیقی سے ملوں گا۔ بعض اولیاء اللہ کے مسکرانے کا اثر روح نکلنے کے بعد بھی دیکھا گیا چونکہ روح نکلنے وقت مسکراتے تو وہ مسکراہٹ باقی رہ گئی اور روح چلی گئی کیونکہ ان کو یقین تھا کہ میں اپنے مولیٰ کے پاس جا رہا ہوں۔

عزیزوں کا وفات پا نارحمت کیسے ہے؟

حضرت حکیم الامت عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا کہ گھر میں کسی کی موت آجانا یہ بھی اللہ کی رحمت ہے، اس لئے کہ آج آپ اپنی اماں کے انتقال کو نہیں چاہتے، دل سے بھی چاہتے ہیں

کہ میری اماں بھی کچھ دن اور زندہ رہتی۔ تو آپ کی اماں بھی یہی چاہتی کہ میری اماں بھی نہ مرسیں یعنی نافی، اور نافی بھی یہی چاہتی کہ میری اماں بھی نہ مرسیں تو اگر سب کی آرز و اللہ پوری کردیتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک گھر میں زیادہ نہیں، صرف پانچ نانا اور پانچ نانیاں لیٹیں ہوں اور پانچ دادے اور پانچ دادیاں لیٹیں ہوں۔ کوئی پانچ سو برس کا ہے، کوئی تین سو برس کا، سب کے چار پائی پر پاخانے ہو رہے ہیں تو آپ نہ تو نوکری کر سکتے نہ اپنے بال بچوں کی پروش کر سکتے۔ یہ ہمارے دوسو چالیس گز کے پلاٹ کیا، ارے! ہزار گز کے پلاٹ بھی ناکافی ہو جاتے۔ پھر آپ تعویذ دباتے اور دعا نہیں کرتے کہ یہ جلدی سے مرسی۔ اس لئے یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے وقت پر پر دیس سے وطن اصلی کی طرف منتقل فرماتے رہتے ہیں، جب بال سفید ہو گئے سمجھ لو کھیتی پک گئی اور کھیتی پک جانے کے بعد کسان کھیت میں نہیں چھوڑتا ہے۔ مولا نارومی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب بال سفید ہو جائیں تو ہوشیار ہو جاؤ کہ تمہاری زندگی کی کھیتی پک چھی ہے لہذا تیار رہو، اب کسی بھی وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام درانتی لے کر آئیں گے اور تمہاری زندگی کی کھیتی کاٹ لیں گے۔ مولا نارومی کا بھی کیا اندازِ بیان ہے! فرماتے ہیں کہ جلدی جلدی تیاری کرلو، کٹائی کا وقت قریب آچکا ہے۔

## اہل میت کے ذمہ دو کام ہیں

اب سنئے کہ جس کے گھر میں کوئی غمی ہو جائے تو ایسے وقت میں اس کے ذمہ دو کام ہیں: (۱) ایک تو یہ کہ جانے والے کے لئے ثواب پہنچائے کیونکہ جو چلا گیا اب وہ عمل ہو گیا۔ اس کی عمل کی فیلڈ ختم ہو گئی۔ اب وہ خود کوئی عمل نہیں کر سکتا لہذا اس کو صحیح و شام ثواب کا پارسل بھیجننا چاہیے یعنی زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب بکھجئے۔ بدفنی عبادت اور مالی عبادت دونوں کا ثواب پہنچانا چاہیے۔ بدفنی ثواب تو اس طرح سے کہ تلاوت کر لی مثلاً سورہ یسین پڑھ کر بخشن دیا یا تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر ہمیشہ صحیح و شام بخشن دیا۔ تین بار قل ہو اللہ پڑھنے سے ایک قرآن کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اللہ سے کہہ دیا کہ یا اللہ! یہ جو میں نے پڑھا ہے، اس کا ثواب میری والدہ کو، یا میرے ابا کو، شوہر کو، بیوی کو پہنچا دیجئے۔

اس طرح روز کار و صبح شام آپ کی طرف سے ثواب کا پارسل پہنچتا رہے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ ثواب پہنچتا ہے تو وہ مرنے والے پوچھتے ہیں کہ اے اللہ میاں! یہ ہماری نیکیاں کہاں سے بڑھ رہی ہیں، ہم تو مر گئے ہیں، اب عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہیں ثواب صحیح رہی ہے، (یا والدین یا بھائی بھن، دوست، مرید ثواب صحیح رہے ہیں)۔ دیکھئے! زمین پر دوسروں کا عمل اور آخرت میں مرنے والوں کے اعمال نامہ میں لکھا جا رہا ہے، اس طرح ان کے عمل کا میسٹر چل رہا ہے کیونکہ اب وہ عمل نہیں کر سکتے لہذا ہمارے پارسلوں کا انتظار کرتے ہیں کہ ہماری اولاد، محبین ہمیں کچھ بھیجیں:

((كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُدْخِلَ عَلَى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَابِ))

(مشکوٰۃ المصا拜ح: (قدیسی)، باب الاستغفار والتوبۃ؛ ص ۲۰۶)

اور حدیث شریف میں ہے کہ یہ ثواب کا تحفہ ان کو دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، (نیز حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ زمین والوں کا اہل میت کے واسطے دعائے مغفرت کرنا اس کی برکت سے مرنے والوں کو ان کی قبروں میں پہاڑوں کے شل ثواب پہنچتا رہتا ہے۔)

(۲) دوسرا کام ان کے جانے کے بعد پسمندگان کو یعنی رہ جانے والوں کو سبق حاصل کرنا ہے کہ آج ان کی اور کل ہماری باری ہے، ایک دن آئے گا کہ اسی طرح ہم بھی اس دنیا سے جا رہے ہوں گے۔ آج کل تو ابیر جنسی ویزے آرہے ہیں، اس لئے دوستو! اپنے پیاروں کے انتقال سے ہم سب کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ایک دن ہم کو بھی زمین کے نیچے جانا ہے۔ مردہ جب قبر کے اندر جاتا ہے تو زبان حال سے کہتا ہے۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ  
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اور بزبان حال دوسرا شعر بھی پڑھتا ہے۔

|                                    |                                       |
|------------------------------------|---------------------------------------|
| ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو | دبا کے قبر میں سب چل دیئے دعا نہ سلام |
|------------------------------------|---------------------------------------|

جن ماوں نے ہمیں مرمر کے پالا تھا، انہیں ماوں پر آج ہم نے خدا کے حکم سے مٹی ڈالی ہے۔ یہ دن سب کو آنا ہے۔ اس لئے اس سے سبق حاصل کریں یعنی جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے تیاری کریں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر رکھیں اور ناراضگی والے اعمال سے بچنے میں جان لڑادیں۔

**سنن استرجاع (إِنَّا إِلَهُكُمْ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُعُونَ)**، ایک امتیازی نعمت ((قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ أَعْطِيْتُ أُمَّةَنِي شَيْئًا لَمْ يُعْطِهَا أَحَدٌ مِّنَ الْأَمْمِ إِنَّ تَقُولَ عِنْدَ الْمُصْبِبَةِ إِنَّا إِلَهُكُمْ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُعُونَ وَلَنُأْعْطِيَهَا قَبْلَهُمْ لَا أُعْطِيَهَا يَعْقُوبُ إِذْ يَقُولُ يَا سَفْرِ عَلَى يُوسُفَ۔ (رواہ الطبرانی))

(روح المعانی: (رشیدیہ): سورۃ البقرۃ: ج ۲۶ ص ۵۷۶)

**ارشاد فرمایا کہ** سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی جو سابقہ امتوں میں سے کسی امت کو نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت تم **إِنَّا إِلَهُكُمْ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُعُونَ** کہو، اگر پہلے کسی کو یہ نعمت دی جاتی تو سب سے زیادہ حق حضرت یعقوب ﷺ کا تھا کہ جب ان کے بیٹے حضرت یوسف ﷺ کم ہو گئے تو اس وقت وہ کہتے **إِنَّا إِلَهُكُمْ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُعُونَ** لیکن چونکہ یہ نعمت کسی نبی کو نہیں دی گئی، اس لئے بیٹے کے کم ہونے پر آپ کو جو غم پہنچا تو آپ نے کہا: **يَا سَفْرِ عَلَى يُوسُفَ** ہائے یوسف افسوس! لہذا ہم سب کو اپنی قسمت پر شکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو حضور ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں وہ نعمت دی جو پہلے امتوں میں کسی کو بھی نہیں دی۔ اس امت کو **إِنَّا إِلَهُكُمْ** مابہ امتیاز نعمت ہے جو سارے عالم میں ہمیں امتیازی شرف دیتی ہے، امام سابقہ سے متاز کرتی ہے، حضور ﷺ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے کرم ہمیں عطا ہوئے ہیں۔

**إِنَّا إِلَهُكُمْ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُعُونَ** کی تفہیم کے لئے ایک آسان مثال

**ارشاد فرمایا کہ** حکیمِ الامم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ایک الماری کا مالک ہو جس کے دو خانے ہوں۔ اس نے نیچ کے خانے میں ایک درجن پیالیاں رکھ دیں

اور دو سال کے بعد نوکر سے کہا کہ نیچے کے خانے کی دو پیالیاں اٹھا کر اوپر کے خانے میں رکھ دو تو نوکرنے کہا کہ حضور! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ دو سال سے تو یہ ساتھ تھیں۔ فرمایا کیوں مت لگا بے وقوف! الماری میری، دونوں خانے میرے اور ان خانوں میں جو پیالیاں ہیں وہ بھی میری، سب کا میں مالک ہوں، مالک کو حق ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے۔ نوکرنے کہا: اچھا حضور! یہ بات تو سمجھ میں آگئی، میں اور ہمیں رکھ دیتا ہوں لیکن خلی الماری کے خانے میں باقی دس پیالیاں جو ہیں، وہ سب دو پیالیوں کی جدائی سے غمگین ہیں اور رورہی ہیں، آپ ماں کے ہیں، آپ کو تصرف کا حق حاصل ہے مگر ان کے غم کا کیا مادا ہے؟ مالک نے کہا: بے وقوف! نیچے کے خانے میں کوئی نہیں رہے گا، سب کو یکے بعد دیگرے ہم اور رکھنے والے ہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی ایک الماری ہے، اس کا ایک خانہ آسمان کے نیچے ہے، یہ دنیا ہے اور دوسرا خانہ آسمان کے اوپر ہے، وہ آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتے ہیں ہمیں نیچے کے خانے میں رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اور پر کے خانے میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ ہے تفسیر ”إِنَّ اللَّهَ كَيْفَ يَعْلَمُ“ کی کہ ہم اللہ کے ہیں، ان کی ملکیت ہیں، اس لئے ان کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آں کہ جاں بخشد اگر بخشید رواست۔ جو جان دیتا ہے وہ اگر قتل بھی کر دے یعنی جان کو واپس لے لے تو اس کے لئے بالکل روا ہے کیونکہ جان بھی تو اسی نے دی تھی، جو جان دے سکتا ہے، وہ جان لے بھی سکتا ہے، اور ”وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا جَعَوْنَ“ میں اللہ تعالیٰ نے تسلی بھی دے دی کہ یہ جدائی عارضی ہے، تم لوگ بھی یکے بعد دیگرے ہمارے پاس آنے والے ہو، جہاں تمہارے پچھڑے ہوئے عزیزوں سے بھی دوبارہ ملاقات ہو جائے گی اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔

### حقيقی صبر کیا ہے؟

**ارشاد فرمایا کہ** علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے راثاً لیلہ پڑھنے کا نام نہیں بلکہ صبر زبان سے بھی ہو اور قلب سے بھی ہو،

سنتِ استرجاع یعنی إِنَّا لِلَّهِ بِرْضُهُنَّ کی سنتِ حقیقی معنوں میں اس وقت ادا ہوگی جب زبان کے ساتھ دل بھی شامل ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں، ملکیت ہیں، مملوک ہیں اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیزوں کو جہاں چاہے رکھے اور جب تک چاہے رکھے اور جہاں چاہے اٹھا کر رکھ دے۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُوعُنَا ان دو جملوں سے بڑھ کر کا نتائج میں صبر کا کوئی کلمہ نہیں ہو سکتا۔ مصیبت میں اس کلمہ سے زیادہ مفید لا جواب موتی کا کوئی مفرح خیر نہیں پیش کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرے جو ان سے کہیں زیادہ ہیں جو حق تعالیٰ نے واپس لی ہیں، اس سے صبر کرنا آسان ہو گا اور تسليم کی شان پیدا ہوگی۔

### صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں

رہا جدائی کا غم ہونا تو یہ طبعی بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے۔ اور اس غم پر تو بہت بڑی بشارت دی جا رہی ہے، وہ کیا بشارت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌۚ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهَتَّدُونَ﴾۔ (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۵)

جو مصیبت کے وقت صبر سے رہتے ہیں، اللہ سے راضی رہتے ہیں تو ان پر ان کے رب کی طرف سے خاص خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ کے کئی معنی ہیں۔ جب بندے کے لئے کہا جائے کہ صلوٰۃ پڑھ رہے ہیں تو صلوٰۃ کے معنی نماز کے ہیں، اور جب دعاء نگ رہا ہو تو صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں۔ لہذا صلوٰۃ کی نسبت جب مخلوق کی طرف کی جائے گی تو مراد ہے نماز اور دعا، اور جب اللہ کی طرف نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیج رہا ہے تو وہاں مراد نہیں رحمت ہے۔

### پہلی بشارت... رحمتِ خاصہ

صلواتِ جمع ہے صلوٰۃ کی اور حضرت تھانوی علیہ السلام نے فرمایا کہ صلوٰۃ سے مراد خاص رحمتیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں پر خاص خاص رحمتیں نازل

فرمائے گا لیکن آگے وَرَحْمَةً نازل فرمाकر بتادیا کہ میں رحمتِ عامہ سے بھی اپنے صبر کرنے والے بندوں کو محروم نہیں کروں گا۔ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے کہ صابرین پر خاص خاص رحمتیں تو اللہ برسرائے گا، ہی مگر رحمتِ عامہ بھی دے گا یعنی رحمتِ خاصہ کے آثار کے تسلیل کے ساتھ رحمتِ عامہ بھی ملے گی، پہ در پے صلوٰات اور رحمت پر رحمت نازل ہوگی۔

### **دوسری بشارت... رحمتِ عامہ**

اور جو بعد میں وَرَحْمَةً ہے اس سے رحمتِ عامہ مراد ہے اور اس کی وجہ حضرت نے عجیب بیان فرمائی کہ چونکہ حکمِ صبر پر عمل کرنے میں تمام صابرین مشترک ہیں، اس لئے اس کا بدلہ رحمتِ عام ہے لیکن چونکہ ہر صابر کے صبر کی کیفیت و خصوصیت و کیفیت جدا ہے لہذا ان خصوصیات کا صلبہ بھی جدا جدًا خاص عنایتوں سے ہو گا۔ جتنا جس کا صبر ہو گا اتنی ہی عنایت۔ خاصہ اس پر مبذول ہو گی اور یہ نزولِ رحمت تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائک ہو گا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست رحمتیں نازل ہوں گی من رَّبِّهِمُ فرمایا کہ تمہارا رب براہ راست تم پر رحمت نازل کرے گا۔ دیکھو کوئی دوست کسی کو براہ راست کوئی چیز دے اور کبھی خود نہ دے بلکہ کسی کے ذریعہ سے دے تو فرق ہے یا نہیں؟ تو من رَّبِّهِمُ سے اللہ تعالیٰ نے مزہ بڑھا دیا اور صبر کو میٹھا کر دیا کہ تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائک رحمت خاصہ بھی ملے گی اور رحمتِ عامہ بھی۔

### **تیسرا بشارت... نعمتِ اہتماد**

**وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ** اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ بھی دکھایا اور مطلوب تک بھی پہنچا دیا یعنی اس حقیقت تک ان کی رسائی ہو گئی کہ حق تعالیٰ ہی ہمارے مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والے ہیں۔ ہدایت کے دو معنی ہیں: ایک تو اَرَاءَةُ الظَّرِيقِ یعنی راستہ دکھانا اور دوسراے اِيْصَالٌ إِلَى الْمَطْلُوبِ یعنی مطلوب تک پہنچا دینا۔ اَرَاءَةُ الظَّرِيقِ یہ ہے کہ جیسے کوئی راستہ دکھادے کر وہ نیپا چورگی ہے اور اِيْصَالٌ إِلَى الْمَطْلُوبِ یہ ہے کہ نیپا چورگی تک پہنچا دیا۔ پس صبر کی دو برکات ہیں، ایک تو اللہ کا راستہ نظر بھی آئے گا اور دوسراے اللہ تعالیٰ تک رسائی بھی ہو گی۔

## اُولٰئِکَ هُمُ الْمُهَتَّدُونَ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ  
**نَعْمَ الْعِدَالَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةِ** (کنز العمال (دارالكتب العلمية): ج ۲ ص ۱۵۲؛ رقم الحدیث  
 ۴۲۲۲)۔ دونوں عین پر زیر ہے۔ صاحب مجدد لکھتے ہیں کہ ”العدالان“ کے معنی اونٹ کے  
 دو طرف بورا ہو، گندم کا یا کھجور کا، اور اگر بیچ میں بھی ایک بورا ہو تو اس کا نام ہے ”العلاؤۃ“۔  
 اس کو اصطلاح میں کہتے ہیں: ”ارے بھائی! لد الدایا اونٹ جا رہا ہے۔“ تو فرمایا نعم  
**الْعِدَالَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةِ** یعنی دو بورے اللہ کی رحمت خاصہ اور رحمت عامہ کے تو  
 تھے ہی، ان کے درمیان میں اللہ نے نعمت کا ایک بورا اور کھدو یا، وہ کیا ہے؟ نعمت احتداء۔  
 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باطنی نعمتوں کی بارش فرمادی یعنی رحمت خاصہ بھی عطا فرمائی  
 اور رحمت عامہ بھی اور اس کے ساتھ نعمت احتداء بھی، جس سے بندہ وصول الی اللہ سے بھی  
 مشرف ہو گیا، مقرب بھی ہو گیا، محبوب بھی ہو گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ارے  
 بھائیو! یہ آیت تولد الدایا اونٹ ہے کہ صلوات بھی ہے، رحمت بھی اور احتداء بھی ہے یعنی  
 صبر کرنے والوں کو رحمت خاصہ بھی ملی اور رحمت عامہ بھی ملی اور ان کے ہدایت یافہ  
 ہونے کا اور اس طرح ان کی محبوبیت کا بھی اعلان فرمادیا۔

علامہ آلوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **اُولٰئِکَ عَلَيْهِمْ صَلَوٌتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ** کو  
 حق تعالیٰ شانہ نے جملہ اسمیہ سے بیان فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے ان **نُزُولَ ذِلِّكَ**  
**عَلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** یعنی دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کی خاص و  
 عام رحمتوں کا صابرین پر نزول ہوتا رہے گا۔ حضور ﷺ کی اس حدیث سے اس اشارہ کی  
 تائید بھی ہوتی ہے جس کو روح المعانی میں اسی مقام پر درج کیا گیا ہے:  
 ((مَنِ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِيَّبَةِ جَبَرَ اللَّهُ تَعَالَى مُصِيَّبَتَهُ  
 وَأَحْسَنَ عُقْبَاهُ وَجَعَلَ لَهُ خَلَفًا صَالِحًا يَرْضَاهُ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ البقرۃ، ج ۲ ص ۵۷۷)

﴿ تَرْجِمَة: جس شخص نے مصیبت پر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو اللہ تعالیٰ شاء، اس کی مصیبت کے نقصان کی تلافی فرماتے ہیں اور اس کے عقبی کو احسن کر دیں گے اور اس کو ایسا نعم البدل عطا فرمائیں گے جس سے وہ خوش ہو جاوے گا۔ ﴾

## استرجاع کی سنت ادا کرنے کے مختلف موقع

((وَالْمُصَيْبَةُ تَعْمَلُ مَا يُصَيْبُ الْإِنْسَانَ مِنْ مَكْرُوهٍ فِي نَفْسٍ أَوْ مَالٍ أَوْ أَهْلٍ قَلِيلًا كَانَ الْمَكْرُوهُ أَوْ كَثِيرًا حَتَّى لَدُغَ الشَّوْكَةَ وَلَسْعَ الْبَعْوضَةَ وَأَنْقِطَاعَ الشَّسْعِ وَأَنْطِفَاءَ الْمِصَبَاحِ وَقَدْ أَسْتَرْجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ وَقَالَ كُلُّ مَا يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ فَهُوَ مُصَيْبَةٌ لَهُ وَأَجْرٌ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ البقرۃ: ج ۲ ص ۵۷۵)

ترجمہ: مصیبت عام ہے جو تکلیف بھی انسان کو پہنچے، اس کے نفس کو یامال کو یامال کو یامال و عیال کو قلیل ہو یا کثیر ہو، یہاں تک کہ کٹا چھ جانا، مچھر کا کاٹنا، جوتے کا تمہاروٹ جانا، چرانگ کا بجھ جانا۔ حضور ﷺ نے ان تمام موقع پر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جو چیز بھی اذیت اور تکلیف دے وہ مصیبت ہے اور اس کے لئے اجر ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصیبت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے سنت ادا ہو گی اور حضور ﷺ نے حسب ذیل چار موقع پر صبر فرمایا اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، سرورِ عالم ﷺ نے ان چار موقع پر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر عمل کا راستہ کھول دیا تاکہ ہمارے اندر فہم پیدا ہو کہ کہاں کہاں پڑھنا چاہیے، اور اُمت کو ہدایت کر دی کہ چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر بھی اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصُّلَّيْرِينَ یعنی معیت خاصہ کی دولت حاصل کرلو۔ وہ چار باتیں کیا ہیں؟

(۱) عِنْدَ لَدْعَ الشَّوْكَةِ: کٹا چھ جانے پر حضور ﷺ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے۔ (۲) وَعِنْدَ لَسْعَ الْبَعْوضَةِ: اور جب مچھر کاٹ لیتا تھا تب بھی

آپ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے تھے۔ یہ راست مل رہا ہے کہ جھوٹی مصیبت پر بھی فضیلت مل رہی ہے۔ ہے تو جھوٹی مصیبت مگر بڑی فضیلت لے لو، جھوٹے عمل پر اجر عظیم لے لو۔

(۳) وَعِنْدَ اُنْقِطَاعِ الشَّيْسَعِ: جب چپل کا فیتہ ٹوٹ جائے تب بھی اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھو۔ (۲) وَعِنْدَ اُنْطَفَاءِ الْمِصْبَاجِ: اور جب چراغ بھج جاتا تھا تو بھی آپ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے تھے۔ اس زمانہ میں جب کبھی بھلی فیل ہو جائے تو اس سنت کو ادا کر لیا کریں۔ یہ نہیں کہ اب ہمارے پاس تو چراغ نہیں ہے، چراغ نہیں ہے تو بھلی تو ہے لہذا یہ سنت ادا کرو۔

### تعریفِ مصیبت بزبانِ نبوت

یہ چار مثالیں ہیں لیکن رحمۃ للعالیین ﷺ کی شانِ رحمت دیکھئے کہ ان چار مثالوں پر عمل کر کے اُمت کو دکھادیا اور پھر آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بھی بتا دیا چونکہ ہر شفیق اور مہربان استاد چند جزئیات کے بعد ایک کلیہ بیان کر دیتا ہے تا کہ شاگرد اس پر قیاس کر سکے، لہذا رحمۃ للعالیین ﷺ نے ایک کلیہ بیان فرمادیا تا کہ قیامت تک آنے والی اُمت اپنی ہر حالت کو اس پر منطبق کر سکے اور قیاس کر سکے کہ ”اناللہ وانا الیہ راجعون“ پڑھنے کے کیا موقع ہو سکتے ہیں؟ فرمایا کہ: كُلُّ مَا يُؤْذِي الْبُوُءُ مِنْ فَهُوَ مُصِيْبَةٌ لَّهُ وَأَجْرٌ هر وہ چیز جو مومن کو تکلیف پہنچائے وہ اس کے لئے مصیبت ہے اور اس پر اجر ہے۔ اور ایک بات اور بھی سن لو کہ اگر دس سال پہلے کی مصیبت یاد آ جائے جیسے دس سال پہلے کسی کا انتقال ہوا اور آج اس کا خیال آگیا اور دل میں تھوڑا سا غم آ گیا تو پچھلی مصیتوں پر بھی جو ”اناللہ وانا الیہ راجعون“ پڑھے گا اس کو بھی اجر ملے گا۔

### سنتِ استرجاع کی تکمیل

((وَيُسَنُّ أَنْ يَقُولَ بَعْدَ الْإِسْتِرْجَاعِ اللَّهُمَّ أَجْرُنِي فِي مُصِيْبَتِي وَأَخْلُفُ لِي حَيْثُ أَمِنَّهَا فَقَدْ أَخْرَجَ مُسْلِمًا عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا إِنْ عَبَدَنِي تَصِيْبَهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُولُ إِنَّ اللَّهَ

وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجُونَ اللَّهُمَّ أَجِرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا  
أَجْرَهُ اللَّهُ فِي مُصِيبَتِهِ وَأَخْلُفُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا تُوفِيَ أَبُو سَلَمَةَ  
قُلْتُ كَمَا أَمَرْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْلَفَ اللَّهُ تَعَالَى لِي  
خَيْرًا مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

(روح المعانی: (رشیدیہ): سورۃ البقرۃ، ج ۲ ص ۵۷۶)

علامہ آلوسی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ ذِكْرَهُ فرماتے ہیں کہ مسنون یہ ہے کہ انا اللہ وانا الیہ راجعون کے بعد  
یہ کہے اللَّهُمَّ أَجِرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا اے اللہ! مجھے اجر عطا فرما  
میری مصیبت میں اور اس سے بہتر کوئی نعمت مجھے عطا فرما۔ حضرت ام سلمہ صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتی ہیں  
کہ میں نے سنا حضور صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ کسی بندے کو مصیبت پہنچ اور وہ یہ دعا پڑھ لے  
(یعنی انا اللہ وانا الیہ راجعون سے خیر امنہ تک) تو حق تعالیٰ اس کو اجر عطا فرماتے ہیں اور  
اس سے بہتر نعمت عطا فرماتے ہیں۔ پس جب ابو سلمہ (ان کے شوہر) کی وفات ہوئی تو  
انہوں نے اس کو پڑھا اور حق تعالیٰ نے ان سے بہتر عطا فرمایا یعنی حضور صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نکاح ہوا۔

شرح حدیث ”إِنَّ اللَّهَ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى... اخ“  
(قالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ مَا أَخَذَ  
وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ عَنْدَهُ بِأَجْلٍ مُّسَمًّى)

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب البکاء علی المیت، ص ۱۵۰)

**ارشاد فرمایا کہ** اس حدیث پاک میں حضور صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے الفاظ تعریت ہیں، ان کا  
ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ حضور صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے الفاظ تعریت میں جو سلی ہے وہ دنیا بھر کے کلام میں  
نہیں ہو سکتی۔ آپ صلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارشاد فرماتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ مَا أَخَذَ اللَّهُ نے جو چیز ہم سے لے لی  
وہ اللہ ہی کی تھی۔ یہ میں لام تملیک کا ہے کہ اللہ ہی اس کا مالک ہے۔ اگر کوئی امانت کے  
طور پر کوئی چیز آپ کو دے کہ اس کو اپنے پاس رکھو، پھر جب وہ واپس لیتا ہے تو آپ کو نم  
نہیں ہوتا۔ ہم کو جو مر نے والوں کا حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ

ان کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہماری ملکیت نہیں تھے بلکہ اللہ کی امانت تھے۔ وَلَهُ مَا أَعْطَىٰ اور جو کچھ اللہ نے عطا فرمایا وہ بھی اللہ کی کا ہے، الہنا جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں، جو اعزاء موجود ہیں، سب نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ وَكُلُّ عِنْدَهُ بِإِجَالٍ مُّسَمًّى اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے، جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے، ہر چیز کا وقت اللہ کے ہاں مقرر ہے کہ فلاں وقت اس کو فلاں چیز عطا ہوگی اور فلاں وقت فلاں چیز واپس لی جائے گی۔ پس عطا پر شکر کریں اور مافات پر صبر کریں۔

### ہمارا مقصد حیات صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے

**ارشاد فرمایا کہ** دنیا کی چند روزہ زندگی کے ایام خواہ عیش کے ہوں یا تکلیف کے سب کو فنا ہے، بس نتویعش سے اترانے لگے نہ تکلیف سے شکایت و اعتراض کرنے لگے۔ راحت پر شکر اور تکلیف پر صبر و رضا و تسلیم سے کام لینا چاہیے۔ مقصد حیات کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو سب مشکلوں کا حل کل آئے اور مقصد حیات صرف رضاۓ حق کا حصول ہے، اور حق تعالیٰ کے راضی کرنے کا طریقہ ان کے بتائے ہوئے قانون پر اہتمام سے عمل کرنا اور کوتا ہیوں پر توبہ واستغفار کرتے رہنا ہے۔ اگر اتباعِ سنت نصیب ہے تو عیش ہو یا تکلیف، دونوں حال بندے کے لئے مبارک و مفید اور ذریعہ قرب و رضا ہیں، اور اگر اتباعِ سنت حاصل نہیں تو عیش کس کام کا۔

### درسِ تسلیم و رضا

**ارشاد فرمایا کہ** اللہ سے اپنی مرادیں مانگو لیکن اگر تمہاری مرادیں پوری نہ ہوں تو بھی مست، خوش اور راضی رہو کہ اس آرزو کو پورانہ کرنے میں میری ہی مصلحت ہے۔ اگر آرزو پوری ہونے پر ہی خوش ہوئے تو کیا ہوئے، مزہ توجہ ہے کہ جب حق تعالیٰ درد دیں، تب بھی مست رہو کہ وہ جس حال میں رکھیں وہی حال اچھا ہے، یعنی اے اللہ! میں آپ کے الطاف و کرم اور آپ کی طرف سے آنے والی مصیبت اور غم دونوں پر راضی ہوں کیونکہ دونوں میرے فائدے کے لئے ہیں۔

**مصیبتِ شامتِ اعمال اور مصیبتِ بلندی درجات کی پہچان**

**ارشاد فرمایا کہ** حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کا رشارہ ہے کہ گنہ گار اور نافرمان پر بھی تکالیف اور بلا نکیں آتی ہیں اور نیکوں پر بھی آتی ہیں، پھر دونوں میں فرق کیسے ہو کہ یہ بلا اور تکلیف شامتِ اعمال ہے یا ذریعہ قربِ الہی ہے؟ تو اس کی پہچان یہ ہے کہ جس مصیبت و کلفت میں اتباعِ سنت نصیب رہے اور قلب میں حق تعالیٰ کے ساتھ محبت و انس و رضا کا تعلق و رابطہ محسوس ہو تو سمجھنا چاہیے کہ یہ تکلیف ذریعہ قربِ الہی ہے اور جس تکلیف سے دل میں ظلمت و حشت اور حق تعالیٰ سے دوری محسوس ہو اور تو توفیقِ انبات و گریہ وزاری نہ عطا ہو تو سمجھنا چاہیے کہ یہ شامتِ اعمال بد کے سبب ہے۔ اس وقت استغفار کی کثرت کرنی چاہیے۔

لہذا جب کوئی مصیبت آئے تو جائزہ لو کہ اگر مصیبت میں دعا اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کی توفیق ہو جائے، اور زیادہ قربِ الی اللہ نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ مصیبت رفعِ درجات کے لئے آتی ہے، اور اگر مصیبت میں حواسِ باختہ ہو جائے، اس کے دل میں خیال بھی نہ آئے کہ کوئی مصیبت بھیجنے والا بھی ہے، جس نے مصیبت پر بیشانی بھیجی ہے، اسی سے مصیبت دور ہونے کی دعا کرے۔

بلائیں تیر اور فلک کماں ہے، چلانے والا شہہ شہاں ہے  
اسی کے زیرِ قدم اماں ہے، بس اور کوئی مفر نہیں ہے  
اگر اللہ کی طرف رجوع حاصل نہیں ہو رہا تو پھر سمجھ لو کہ یہ مصیبت کسی گناہ کی سزا میں آتی ہے،  
خوب توبہ واستغفار کرو، کسی اللہ والے کی صحبت میں چلے جاؤ، وہاں جا کر بھی جب موقع لگے  
دعا کرلو، اور اللہ والوں سے بھی دعا کرلو۔

**جس ذات سے اتنی نعمتیں ملی ہوں اگر غمِ جائے تو صبر کرے**

**ارشاد فرمایا کہ**

اندر میں بیٹھنے تینی کے گذاشت

لذتِ دستِ شکر بیخش تو داشت

مولانا رومی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے آقا سے ارشاد فرمایا کہ اے خواجہ! آپ کے دستِ نعمت سے صد ہاتھیں کھائی ہیں، پس مجھے شرم آئی کہ جس ہاتھ سے اس قدر نعمتیں ملی ہوں، اسی ہاتھ سے آج اگر ایک تینی عطا ہو رہی ہے تو اس سے انحراف و روگردانی کروں؟ بلکہ آپ کے ہاتھ کی لذت نے اس تینی کو بھی شیریں کر دیا۔

میرے مرشد حضرت مولانا شاہ پھولپوری قدس سرہ العزیز اپنی مجلسِ رشد و ہدایت میں اس شعر مذکور کو بہت ہی لذت سے بار بار پڑھا کرتے تھے اور اس بات کی تعلیم و نصیحت فرماتے تھے کہ ہر لحظ حق تعالیٰ شامہ کے بے شمار انعامات و احسانات بندوں پر ہو رہے ہیں لیکن اگر کوئی واقعہ یا حادثہ کبھی بظاہر تکلیف دہ پیش آ جاتا ہے تو انسان ناٹکرا اور بے صبر اہوجاتا ہے، مگر جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندے کے فیضِ صحبت سے دین کی فہم عطا فرمائی ہے، ان کا قلب سلیم رنج و تکلیف کی حالت میں بھی اپنے رب سے راضی رہتا ہے۔ اس وقت وہ بندے دین کی اس سمجھتے کام لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ دنیا شفا خانہ ہے اور ہم سب مریض ہیں، طبیب کبھی مریض کو حلوہ بادام کھلاتا ہے اور کبھی چراکیہ اور گودہ نیب جیسی تلخ دوائیں پلاتا ہے، اور دونوں حالتوں میں مریض ہی کا نفع ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ حکیم بھی ہیں، حاکم بھی ہیں اور حیم بھی ہیں، پس ہمارے اوپر تقدیرِ الہی سے جو حالات بھی آتے ہیں خواہ راحت کے ہوں یا تکلیف کے، ہر حال میں ہمارا ہی نفع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ علمِ الہی میں بعض بندوں کے لئے جنت کا جو عالی مقام تجویز ہو چکا ہے لیکن اس مقام تک پہنچنے کے لئے ان کے پاس عمل نہیں ہوتا تو حق تعالیٰ انہیں کسی مصیبت میں مبتلا فرمادیتے ہیں جس پر صبر کر کے وہ اس مقام کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندہ مومن کو بخار آتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھہڑتے ہیں جس طرح موسمِ خزاں میں درختوں کے پتے جھہڑتے ہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن کو کائنات بھی چھوٹتا ہے تو اس پر بھی اس کو اجر ملتا ہے۔

پس مومن کو چاہیے کہ تکلیف کی حالت میں بھی راضی رہے یعنی زبان پر شکایت اور دل میں اعتراض نہ لائے البتہ گناہوں سے استغفار اور عافیت کی دعا خوب کرتا رہے کہ اے اللہ! ہم کمزور ہیں، بلاوں کے تحمل کی طاقت نہیں، آپ اپنی رحمت سے اس نعمتِ بلاکو عافیت کی نعمت سے تبدیل فرمادیجئے۔ مصیبتوں و بلاکو ماگنے کی ممانعت ہے اور عافیت طلب کرنے کا حکم ہے۔ بلاوں کا مانگنا اپنی بہادری کا دعویٰ ہے اور عافیت مانگنا اپنے ضعف و عاجزی کا اظہار ہے جو عند اللہ محجوب ہے۔

### دنیا کی راحت ہو یا تکلیف، ایک خواب کی مانند ہے

**ارشاد فرمایا کہ** اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں کچھ تکلیف پہنچ گئی، کچھ لوگوں کے لعن طعن سن لئے کہ ارے! تم نے داڑھی رکھ لی اور وہ بھی ایک مٹھی، لااحول ولاقوة، ملار جمعت پسند ہوئے جا رہے ہو، تم تو ناقابل واپسی ہو گئے ہو، جبکہ انگریزی میں خود کہتے ہیں *old is gold* یعنی پرانی چیزوں تو سونا ہوتی ہے اور یہ بے چارے پودہ سو برس پہلے والا چہرہ بنا رہے ہیں، اپنے رسول خدا ﷺ کا چہرہ بنا رہے ہیں تو تم ان سے لڑتے ہو۔ یا رشوت نہ لینے سے کھن کی کلکیہ حلق سے نہ اُتری اور کپڑوں میں پیوند لگ گئے، تو بتاؤ! کیا نقصان ہو گیا؟ یہ دنیا تو ایک خواب ہے، آج جن لذتوں سے ہم مست ہو رہے ہیں، یہ ایک دن خواب ہونے والی ہیں۔ ہندی کا مقولہ ہے ”اُتر گئے گھاٹی ہو گئے مائی“، یعنی جس بریانی کی خوبیوں سے کئے دے رہی ہے مگر اسی بریانی کا لقمه حلق سے اُتر کر مٹی ہو گیا۔ آج ہمیں ان لذتوں کے لئے نہ حرام کی پرواہ ہے نہ حلال کی، رشوت اور سود کی مرغ کی پلیٹ سامنے آئی تو خدا کو بھول گئے۔ آج جن حرام لذتوں سے اللہ کو ناراض کر کے مزہ لے رہے ہیں تو مزہ تو فانی ہو جائے گا اور سزا باقی ہو جائے گی۔

حال دنیا را بپر سیدم زیک فرزانہ ای

گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ ای

ترجمہ: میں نے ایک عارف باللہ سے دنیا کی حقیقت دریافت کی تو کہا کہ دنیا یا خواب ہے

کہ آنکھ کھلتے ہی عالم بدل گیا، یا ایک ہوا ہے جو آئی اور چلی گئی، یا ایک افسانہ ہے۔  
حضرت ڈاکٹر عبدالجی صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں۔

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے  
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

زندگی ایک ایسا افسانہ ہے جس کے عنوان بدلتے رہتے ہیں، جب آدمی پیدا ہوا تو ایک عنوان اس وقت قائم ہو گیا، پھر کچھ سمجھ آئی، ماں باپ نے مدرسے یا اسکول بھیجا، اب دوسرا عنوان شروع ہو گیا، پھر بالغ ہوا، شادی ہو گئی، اب ایک اور عنوان بدل گیا، پھر بڑھا پا شروع ہوا تو ایک اور عنوان قائم ہوا اور آخری عنوان پورے انسانے کا ”موت“ ہوتی ہے کہ جب ملک الموت گلاد بادیتے ہیں، یہ زندگی کی حقیقت ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستقی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب بتیں ہیں پستی کی جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

خواب میں اگر کسی کو بادشاہت مل جائے کہ میں بادشاہ ہو گیا ہوں، تاج شاہی سر پر ہے، چاروں طرف خدام اور غلام دوڑتے پھر رہے ہیں، مرغ کی بریانی سامنے رکھی ہے اور ساری دنیا کی لذتیں حاصل ہیں لیکن جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ خود مجرم ہے اور سر پر جوتے پڑ رہے ہیں، تو اس بادشاہت سے اس کو کیا فائدہ ہوا؟ اسی طرح ایک شخص خواب دیکھ رہا ہے کہ مصیبت میں گھرا ہوا ہے، کوئی خوفناک جانور دوڑا رہا ہے، خوف سے آواز بھی نہیں نکل رہی، اسی میں آنکھ کھل جائے اور دیکھے کہ سامنے بریانی رکھی ہے، یا یہ کسی ملک کا بادشاہ ہے، خدام و لشکر و فوج خدمت میں حاضر ہیں تو بتاؤ! اس خواب سے اس کا کیا ضرر ہوا؟ خواب میں خواہ بادشاہت کرو یا تکلیف اٹھالو، سب برابر ہے۔ موت کے وقت

جب آنکھ کھلے گی تو اصل راحت و تکلیف اس وقت معلوم ہوگی۔ اگر دنیا میں اپنی من مانی زندگی گذاری تو موت کے وقت ہی سے تکلیف والی زندگی میں آنکھ کھلے گی اور اگر رب چاہی زندگی گذاری ہوگی تو موت کے وقت حقیقی سلطنت و راحت والی زندگی میں آنکھ کھلے گی۔

آج دنیا والوں کے طعنوں سے ڈرتے ہو کہ اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، یا

ٹخنوں سے اونچا پا جامد پہن لیں گے، یا سر پر انگریزی بال نہیں رکھیں گے تو برا دری والے ہمیں چڑائیں گے کہ یہ ملا ہو گیا ہے، تو ہم برا دری کی نگاہوں سے گرجائیں گے، لیکن یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ انبیاء، صحابہ، اولیاء اللہ اور ملائکہ کی بھی تو ایک برا دری ہے، اب فیصلہ کرلو کہ کس برا دری کو خوش کرنا بہتر ہے اور کس کو نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں تم برا دری کی نظر سے گر گئے لیکن انبیائے کرام ﷺ کی نگاہوں میں تمہاری عزت بڑھ گئی تو تم فنا ہونے والی، ناپاک برا دری سے الگ ہو گے اور پاک بندوں کی برا دری میں شامل ہو کر معزز ہو جاؤ گے۔

”غم میں بھی شکر کرے“ کا مطلب یہ ہے کہ اعتراض نہ کرے

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں فرمان رسالت ہے:

((أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ

فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ رواه البیهقی في شعب الایمان))

(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیمی)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل...، ص ۲۰۱)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جنت کی طرف سب سے پہلے جنہیں بلا یا جاوے گا وہ لوگ ہوں گے جو فراغی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں آل سرّاء وَ الضَّرَّاء کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((آل سرّاء اُحْلَالُهُ اللَّيْقَنِ تَسْرُّ وَالضَّرَّاء اُحْلَالُهُ اللَّيْقَنِ تَضْرُّ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ البقرۃ: ج ۳ ص ۲۷۲)

سرّاء ہروہ حالت ہے جو خوشی پیدا کرے اور ضرّاء ہروہ حالت ہے جو ضرر سے

غمگین کرے۔ حالتِ خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد تو سمجھ میں آتی ہے لیکن حالتِ ابتلاء اور حالتِ غم میں اللہ تعالیٰ کی حمد کس طرح کی جائے؟ ملائلی قاری عَزَّوَجَلَّ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تکالیف میں حمد سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو اور اپنے مولیٰ سے راضی رہے۔ دوسرا جواب ملائلی قاری عَزَّوَجَلَّ نے یہ لکھا ہے کہ مومن حالتِ تکالیف میں خدا تعالیٰ کی حمد اس لئے کرتا ہے:

((إِنَّ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَحَمَدَ اللَّهَ عِنْدَهَا الْعِلْمِ إِهْمَانًا يُثَابُ عَلَيْهِ مِنْ  
الثَّوَابِ الْعَظِيْمِ وَحِمْدَ عَلَى أَنَّ الْمُصِيبَةَ لَيُسَتَّ فِي دِينِهِ  
أَوْ عَلَى أَنَّهُ مَا وَقَعَ أَكْبَرُ أَوْ أَكْثَرُ مِنْهَا))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب البکاء علی المیت، ج ۲ ص ۱۸۹)

یعنی مومن اجر آخوند کے علم کے سبب خدا کی حمد کرتا ہے، اور اس پر شکر کرتا ہے کہ دنیا کی مصیبت تو آئی لیکن میرے دین و ایمان سلامت ہیں، اور اس وجہ سے بھی شکر ادا کرتا ہے کہ جو بلا آئی ہے شکر ہے اس سے بڑی بلانہیں آئی یا اس سے کشیر نہیں آئی۔ اکابر باعتبار کیفیت اور اکثر باعتبار کمیت، دونوں صورتوں سے حفاظت پر حمد کرتا ہے۔

### وظیفہ کی حیثیت

(ایک صاحب ملازمت کے لئے پریشان تھے، ان کو ایک وظیفہ بتلانے کے بعد۔۔۔)  
ارشاد فرمایا کہ وظیفہ اللہ تعالیٰ پر حکومت نہیں کرتا، یہ تو بس ایک درخواست ہے۔ جو چیز مانگی ہے، اگر وہ مل جائے تو شکر کرنا اور اگر نہ ملے تو راضی رہنا۔ آج کل لوگ وظیفہ بتاتے ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ایسا مجرب ہے، ویسا مجرب ہے۔ پھر اگر اس وظیفہ کا اثر محسوس نہیں ہوتا تو شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے رب نے تمہاری کیا سنی؟ اس طرح اللہ کے وجود ہی میں شکر ڈال دیتا ہے، بیہاں تک کہ بعض اوقات ایمان ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بتا دیا کہ وظیفہ درخواست ہے، اللہ پر حکومت نہیں ہے کہ کام ضرور ہی ہو جائے گا، اگر تمہارے لئے مناسب نہیں ہو گا تو اللہ نہیں دے گا۔ اللہ کے

ہر فیصلہ پر راضی رہنا ہی عبدیت ہے:

((فَقَدْرُ وِيٰ فِي الْحَدِيْثِ الْقُدُّسِيِّ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِيْ))

((وَلَمْ يَصِّبِرْ عَلَى بَلَائِيْ فَلْيُلْتَمِسْ رَبْجَا سَوَائِيْ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب عیادۃ المريض و ثواب المرض، ج ۲ ص ۳۹)

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ نے فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے فیصلہ سے راضی نہیں ہے اور میری دی ہوئی تکلیف پر صابر نہیں ہے تو وہ جائے میرے علاوہ کسی اور کو اپنارب بنالے۔

ایک صاحب جو دنیا وی تسلیم کے لئے یہ ورنِ ملک گئے تھے امتحان میں رہ جانے سے مغموم تھے۔ ان کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ وظیفہ اور دعا سے مقصود حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہار عرض ہے، اپنی حاجت کو پیش کرنا ہے۔ اس کے بعد اللہ کی مرضی پر سرتسلیم خ رکھنا اور راضی رہنا بندوں کے لئے آداب بندگی ہے۔ کسی ناکامی سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے، خیر اور بھلائی اور عزتوں کے عطا کرنے کے اللہ تعالیٰ کے پاس بے شمار استے ہیں، ایک ہی راستہ پر نظر اور اصرار خلاف بندگی ہے۔

## اہل دنیا کے طعن و تشنج کا علاج

(ا) **حقر راقم الحروف** میر نے عرض کیا کہ حضرت! میرے خاندان کے لوگ مجھے بہت

تحقیر سمجھتے ہیں کہ ملا بن کر یہ بر باد ہو گیا، نہ اس کے پاس کارہے نہ مکان ہے

نہ ذریعہ معاش ہے، ان کی نگاہوں میں میری تحقیر معلوم ہوتی ہے۔ (اس پر---)

**ارشاد فرمایا کہ** اگر مخلوق نے تمہیں اپنی نگاہوں سے گردادیا ہے تو تم بھی مخلوق کو اپنی نگاہوں سے گردادو۔ اس گرانے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ مخلوق کو حقیر سمجھنے لگو، اگر کہیں دوسروں کو حقیر سمجھ لیا تو یہ خود جرم عظیم ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ دل میں مخلوق کی کوئی وقعت نہ ہو، لوگوں کو خوش کرنے کی، لوگوں کی نگاہ میں معزز ہونے کی فکر نہ رہے۔ دل میں یہ خواہش نہ رہے کہ کون سا ایسا کام کرلوں کہ جس سے لوگوں کی نظر وہ میں میری عزت

ہو جائے، دل کو مخلوق سے خالی کرو۔ اگر لوگ تمہیں دقیانوں ملایا پس ماندہ سمجھتے ہیں تو تمہارا کام یہ ہے کہ ان کی نظروں سے بے نیاز ہو جاؤ اور جہاں مخلوق کی رضا اور خالت کی رضا میں نکراوہ ہو رہا ہو، وہاں مخلوق کو بالکل نظر انداز کر دو اور خالق کی نظر سے نظر ملائے رہو کہ میاں کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر ساری مخلوق تم پر طعن کرئے تو بھی اپنے مولیٰ کو ناراض کرنے کی ہمت نہ ہوتی سمجھو کہ مخلوق زگاہ سے گرگئی۔

مخلوق نے اگر کسی کو زگاہوں سے گردایا ہے تو اسے شکر کرنا چاہیے کہ اسے بڑی نعمت عطا فرمائی گئی ہے جو مجاہدہ اختیار یہ سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ بعض دفعہ مخلوق سے تعلق اللہ کے راستہ کا بہت بڑا بہت ہو جاتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کا لوگ بہت اکرام کرنے لگیں اور دعا نہیں کرانے لگیں اور بزرگ سمجھنے لگیں تو یہ باقیں خصوصاً مبتدی کے لئے ہلاکت کا سبب ہو جاتی ہیں کیونکہ ایسے لوگوں سے قاب کو علاقہ و تعلق زیادہ ہو جاتا ہے، پھر اس کا دل سے نکالنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ نفس و شیطان کا ان میں پھونک دیتے ہیں کہ تم مقدس ہو گئے جب ہی تو لوگ تمہاری عزت کر رہے ہیں۔ بس جہاں اپنے تقدس کا گمان ہوا سمجھو اور کہ راستہ مارا گیا اور بندے کے قلب اور اللہ کے درمیان بہت بڑا جواب پڑ گیا۔

بر عکس اس کے جس بندے کو مخلوق ذلیل سمجھ رہی ہو، اس کا دل ٹوٹا ہوا رہتا ہے اور اس کی نظر اپنے مولیٰ کی طرف لگی رہتی ہے کہ اے اللہ میاں! آپ اپنا بنا لیجیے مخلوق تو مجھے ذلیل سمجھتی ہے آپ مجھے ذلیل نہ سمجھتے۔ اے اللہ! اگر ساری مخلوق مجھے حیر و ذلیل سمجھ رہی ہے اور آپ مجھے عزیز رکھتے ہیں تو مجھے کوئی غم نہیں ہے اور اگر ساری مخلوق مجھے معزز سمجھے لیکن آپ کی زگاہوں میں میں ذلیل ہوں تو اے اللہ! ایسی عزت سے میں پناہ مانگتا ہوں۔ جس بندے پر وہ فضل فرماتے ہیں اس کو مخلوق سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور عادتاً اس کی تکمیل یوں ہی ہوتی ہے کہ اس کو مخلوق کی زگاہوں میں گرداتے ہیں، پہلے مخلوق اس کو چھوڑتی ہے پھر یہ مخلوق کو چھوڑتا ہے یعنی پھر مخلوق کو دل سے نکالنا اس پر آسان ہو جاتا ہے۔ توجہ شخص کو مخلوق حیر سمجھ رہی ہو (دین کی وجہ سے) اور اس کو اپنی زگاہوں سے

گر اسی ہوتا سے شکر کرنا چاہیے کہ بغیر اختیار کے اس کو بڑی نعمت عطا فرمائی گئی ہے جو مجاہدہ اختیار یہ سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اگر کوئی اپنے اختیار سے ایسا کام کرتا جس سے مخلوق کو ایذا پہنچا اور اس کی وجہ سے لوگ اسے حقیر سمجھنے لگیں تو یہ فعل مذموم ہوتا اور بجائے قرب کے اور دوری ہو جاتی لیکن غیر اختیاری طور پر اگر میاں کسی کے لئے یہ انتظام فرمادیں تو اسے خوش ہونا چاہیے کہ بھلے دن آر ہے ہیں اور اللہ کا فضل اس کی طرف متوجہ ہے، دل کو اللہ میاں اپنے لئے خالی کر رہے ہیں۔

### اللہ کے راستے میں جتنی مزاحمت ہو گھبرانا نہیں چاہیے

**ارشاد فرمایا کہ** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جب کوئی بندہ ہم کو راضی کرنے کی فکر میں ہمارے راستے میں قدم رکھتا ہے، اپنی خواہشات کو ختم کرتا ہے، مخلوق کی خوشی اور ناخوشی کو ناقابل توجہ سمجھ کر اللہ کی خوشی پر اپنی توجہ کو لگاتا ہے تو اس وقت کچھ نالائق ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس پر ہستے ہیں:

﴿فَإِنَّهُنَّذُمُؤْهُمْ بِسُخْرِيَّةٍ حَتَّىٰ أَنْسُوْكُمْ ذُكْرِيَّهُ  
وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضَعُّلُوْنَ﴾

(سورۃ المؤمنون: آیہ ۱۱۰)

ترجمہ: سوہم نے ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں تک (اس کا مشغله کیا) کہ مشغله نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے بہسی کیا کرتے تھے۔ (بیان القرآن) جیسے یا ج کل کے مسٹر لوگ کہتے ہیں کہ کیا مسجد کے مینڈھے بننے ہوئے ہو، تمہیں خبز نہیں دنیا میں کیا ہو رہا ہے، تم کنویں کے مینڈک ہو، کنویں کی چار دیواری سے باہر نکل کر دیکھو کہ دنیا کہاں جا رہی ہے اور تم کہاں پڑے ہو، روں اور امریکہ تو چاند پر جا رہے ہیں اور تم تیرہ سو برس سے تبغ کھکھٹا رہے ہو۔ یہ سب باتیں محبت نہ ہونے کی ہیں۔ ایک عاشق اپنے محبوب کے بارے میں کہتا ہے۔

جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

ہر کجا یوسف رخ باشد قدر چو ماہ

جہاں کہیں وہ یوسف جیسا چہرہ رکھنے والا ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہو وہ جنت ہے اگرچہ کنوں کی گہرائی ہی میں کیوں نہ ہو، ہم کنوں کے مینڈک سہی لیکن جنت میں ہیں کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہے اور تم اللہ کے قرب سے محروم ہو۔

لہذا اس راستہ میں جتنی مزاحمت ہو گھبرا نہیں چاہیے، اتنی ہی ترقی بھی ہوتی ہے اور جن کو کچھ مزاحمت نہیں اٹھانا پڑتی ان کی ترقی بھی کم ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص آگے بڑھنا چاہ رہا ہو اور کوئی اس کو پیچھے کو گھسیٹ رہا ہو تو اس کو آگے بڑھنے کے لئے وقت صرف کرنا پڑے گی، اب کیونکہ آگے بڑھنے میں اس کو مشقت ہو گی تو جو کچھ حاصل کرے گا اس کی اس کے دل میں قدر ہو گی۔ اس جدوجہد میں قوت پرواز بھی بڑھتی ہے، نسبت اس شخص کے جس کو کچھ مشقت اٹھانی نہیں پڑ رہی، وہ ایک خاص رفتار سے آگے بڑھتا رہتا ہے اور جس کو مشقت کرنا پڑتی ہے وہ لامحالہ اپنی رفتار کو تیز کرتا رہتا ہے کہ کہیں گھسینے والا غالب نہ آجائے۔ یہ راستہ ہی ایسا ہے کہ اس میں لوگوں کی لعن طعن سننا پڑتی ہے۔

### والدین اگر دین میں رکاوٹ ڈالیں تو کیا کرنا چاہیے؟

بس اللہ والے بن جاؤ اور جو مشقتیں اس راہ میں اٹھانی پڑیں انہیں جھیل لو۔ کیا جن کے لئے ہم قربان ہونے کو تیار ہیں انہیں اتنی قدرت نہیں کہ ہماری ضروریات کو پورا کر دیں؟ جب آخرت عطا فرمادیں گے تو دنیا جیسی حقیر چیز کیوں نہ دیں گے۔ کسی کے والدین اگر اس راستہ میں حائل ہوتے ہیں تو انہیں نرمی سے سمجھاد بینا چاہیے۔ اگر کبھی کچھ سخت الفاظ نکل جائیں تو دوسرے وقت انہیں راضی کرلو۔ والدین کے سامنے کندھوں کو جھکائے رہو اور اُف تک مت کرو۔ ہاں اگر کسی گناہ کے کام کا حکم کریں تو اطاعت مت کرو۔ والدین جو اللہ کے راستے میں حائل ہوتے ہیں یہ ان کی نادانی کی محبت ہے حالانکہ یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ ان کا بچہ اللہ والا ہو جائے۔ نیک اولاد صدقۃ جاریہ ہے، جو نیک کام یہ کرے گا اس کا ثواب ان کو پہنچتا رہے گا، ان کے مرنے کے بعد بھی جب تک نیک اولاد

زندہ رہتی ہے والدین کو ثواب پہنچا رہتا ہے۔ یہ کوٹ پتلون والے کچھ کام نہ آئیں گے، نہ ان کی کارکام آئے گی نہ ان کا بغلہ کام آئے گا۔ ان والدین کو تو اپنی خوش نصیبی پر شکردا کرنا چاہیے جائے اس کے فکر مند ہوتے ہیں۔ مجھے تو انتہائی خوشی ہوا اگر مظہر میاں خالی دین کے کام میں لگے رہیں اور دنیا کی طرف بالکل متوجہ ہوں تو مجھے تو کبھی یہ خیال نہ آئے کہ یہاں پہنچنے کا زندگی تباہ کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی کو اگر آدمی تباہی سمجھ لے تو اس کی بد نصیبی ہے۔

### طعن و تشنیع کے وقت خاموش رہنے کا انعام

پس اگر کوئی تمہارا مذاق اڑانے کے لئے تو اس کو سختی اور غصہ سے جواب نہ دو بلکہ صبر کرو۔ مخلوق کے مذاق اڑانے سے کبھی نہ کھبرانا چاہیے، تمہیں تو بیٹھے بھائے مفت میں عمل مل گیا، یہ ایسا عمل ہے کہ جس میں تمہیں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور اجر مل جاتا ہے۔ دوسرے اعمال میں تو کچھ کرنا پڑتا ہے، ذکر کی مشقت کرنی پڑتی ہے، پابندی کرنی پڑتی ہے لیکن یہ عمل ایسا ہے کہ تم خاموش ہو اور دوسرے مذاق اڑا رہے ہیں، ستارہ ہے ہیں۔ وہ ستائیں تم صبر کرو۔ معلوم ہے اس پر کیا انعام اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ جَزِيلَهُمُ الْيَوْمَ إِمَّا صَبَرُوا لَأَنَّهُمْ هُمُ الْفَاعِزُونَ﴾

(سورۃ المؤمنون: آیہ ۱۱۱)

میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کام سیا ب ہوئے۔ (بیان القرآن) صبر کرنے والوں کو تو کام سیا بی کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ! مخلوق نے جس طرح مجھے اپنی نگاہوں سے گردایا ہے، آپ مخلوق کو میری نگاہوں سے گرد بیجئے اور میرے دل سے اس کی وقعت نکال دیجئے اور اس سے میرے دل کو خالی کر دیجئے کہ بغیر اس حجاب کے میرا قلب آپ کو دیکھے۔ اے اللہ! آپ کے سارے بندے مجھ سے اچھے ہیں اور میں سب سے برا ہوں لیکن آپ کیونکہ ان سے بھی اچھے ہیں اس لئے دل سے مخلوق کا انخلا کر رہا ہوں۔ دل کو مخلوق سے اللہ کے لئے خالی کرے، کسی کو حقیر سمجھ کر نہیں۔ اللہ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بندہ اپنے کو سب سے کمتر سمجھے اور سب

بندوں کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ بندہ جتنا اپنی نگاہوں میں گرتا جاتا ہے اللہ کی نگاہوں میں چڑھتا جاتا ہے اور جتنا اپنی نگاہوں میں چڑھتا جاتا ہے اللہ کی نگاہوں میں گرتا جاتا ہے۔

## مخلوق کے استہزاء پر صبر کے معنی

**ارشاد فرمایا کہ** کسی کے مذاق اڑانے پر صبر کے کیا معنی ہیں؟ راستہ پر قائم رہنا۔ ان کا مذاق تمہیں متاثر نہ کرے بلکہ عزم اور پختہ ہو جائے، ایمان و یقین اور بڑھ جائے اور قدم اللہ کے راستے سے نہ ہٹیں، یہ صبر ہے۔ ان کے مذاق کوں کراگر یہ خیال آگیا کہ واقعی ہم گھاٹے میں ہیں، سمجھ لو کہ یہ اثر قبول کر لینا بہت بڑا گھاٹا اور ایمان کا زوال ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ تم اس وقت اندھے ہو گئے، ان کا جادو تم پر اثر کر گیا، تمہیں حق و باطل میں تمیز نہ رہی، مقامِ اعلیٰ سے اسفل میں آگرے سمجھ لو کہ ایمان کے قاعدے کی بنیاد، بل گئی اگر کچھ یہ احساس پیدا ہو گیا کہ یہ کار اور بنگلے والے نفع میں ہیں اور ہم گھاٹے میں ہیں۔ جس کے دل میں دنیاداروں کی بڑائی اور اپنی کمتری کا احساس آ گیا تو یہ علامت ہے کہ اس کا سینہ اللہ کی محبت سے خالی ہے، اس کے دل کو اللہ سے تعلق حاصل نہیں۔ اگر سینہ میں اللہ کی محبت ہوتی اور اس کی روح نے خوشہ غبیب یعنی اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیا ہوتا تو یوں کہتا کہ تم سمجھتے ہو کہ تم مذاق اڑا کر مجھے راستے سے ہٹا دو گے، بھیج سے یہ خیال نکال دو۔ تمہیں کیا معلوم کہ میرے اللہ نے میرے دل کو کیا کیا نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

## اہل دنیا کے طعن و تشنیع کی وجہ

لوگ اسی لئے مذاق اڑاتے ہیں کہ ان کا عیش کر کر اہوتا ہے، اپنی پیٹھ پر وہ ہمیں ناسوں سمجھتے ہیں کہ یہ ساتھ رہتے ہیں تو کیوں ہماری طرح اڑ کیوں پر جملے نہیں کستے؟ کیوں ہمارے ساتھ سینما نہیں جاتے؟ ہر وقت اللہ رسول کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ بس ان کے طعنوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرلو۔ دل کو غم ہو گا، یہی غم کیمیا ہے۔ جس سونے پر زنگ لگ جاتا ہے اگر وہ آگ کی آنچ برداشت کر لے تو زنگ دور ہو جائے گا۔ ایمان بھی اس غم کی آنچ سے چمکے گا۔

## زر خالص در دل آتش خوش است

خالص سونا آگ میں اور زیادہ نکھر جاتا ہے، حتیٰ آگ تیز ہوتی ہے اتنا ہی خالص سونا زیادہ نکھرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بیانات اور اولیاء کو سب سے زیادہ تکمیلیں دی جاتی ہیں، یہاں تک کہ ان کے لکھنے کو آجاتے ہیں کیونکہ یہ سونا خالص ہے، آگ اس کو اور نکھارے گی، اور زیادہ قیمتی بنادے گی۔ یہ لوگ جو آج مذاق اڑارہے ہیں کل خود ہی نادم ہوں گے۔ ہم گنہ گاروں کی کیا ہستی ہے، اللہ کے مخصوص نبی کو اس راستے میں کیسی کیسی ایذا نہیں پہنچائیں گے، طائف کے بازار میں اللہ کے محبوب کے اتنے پتھر مارے گئے کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ وہ خون کوئی معمولی خون تھا؟ اللہ تعالیٰ کے نزد یہ اس خون کا ایک قطرہ زمین و آسمان، عرش و کرسی، بوج و قلم سے زیادہ قیمتی ہے۔ عرش غضبِ الہی سے ہل گیا۔ طائف کے دونوں جانب کے پہاڑوں پر جو فرشتے مامور تھے حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کہیں تو ہم ان پہاڑوں کو ایک دوسرے سے ملا دیں کہ اہل طائف بالکل آٹے کی طرح پس جائیں۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! شاید ان کی اولاد ایمان لے آئے، یہ لوگ بے خبر ہیں، پہچانتے نہیں۔ یہ ہوتا ہے نبی کا ایمان اور یقین۔

ہمیں ایمان چیزیں دولت مفت میں مل گئی ہے اس لئے ہمیں اس کی قدر نہیں ورنہ جن کے لکھنے اس راستے میں منہ کو آگئے انہوں نے ایمان کی قدر پہچانی، صحابہؓؐ نے کیسی کیسی ایذا نہیں برداشت کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ان کے لکھنے کو آگئے اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے۔ ایمان بغیر غم اٹھائے ہوئے نہیں چلتا۔ مخلوق سے جو اذیت پہنچے برداشت کرو، گناہوں سے بچنے میں جو غم ہو اس کو جھیل جاؤ، غموں کی اس آگ سے ایمان چمک اٹھے گا۔ اگر یہاں اپنے ایمان کا سونا نہیں چکاتے تو دوزخ میں آگ میں رکھا جائے گا۔ جو کالا گلوٹا سونا ہو گا اس کا زنگ دور کرنے کے لئے اس کو وہاں آگ میں رکھا جائے گا، پھر پاک صاف کر کے جنت میں بھیجن گے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہیں وہ گندی چیز کو کیسے خرید سکتے ہیں؟ لیکن مخلوق کا طعن سنا آسان ہے، گناہوں سے بچنے کا

غم اٹھانا آسان ہے لیکن سمجھ لو کہ اس آگ کا تمیل نہ ہو سکے گا۔ یہاں خواہ کتنی ہی تکلیف ہو قابل برداشت ہے مگر دوزخ کی تکلیف برداشت نہ ہو سکے گی۔ اس تکلیف سے بچنے کا سامان کروور نہ بعد میں پچھتا نے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ دعا مانگو کہ اے اللہ! مخلوق آپ کے راستے سے بچھے ہماری ہی ہے، آپ استقامت کافیضان میرے اوپر ڈال دیجئے:

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوْفِينَا مُسْلِمِينَ﴾

(سورۃ الاعراف: آیہ ۱۲۶)

اے اللہ! صبر کا فیضان میرے اوپر ڈال دیجئے اور مجھے اسلام کی حالت میں موت دیجئے۔ جب کسی کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں تو اس کو بچالی کا شاک دیا جاتا ہے تاکہ قوت پیدا ہو جائے۔ لوگوں سے طعنہ اور اذیت دلا کر اللہ تعالیٰ ہمارے دل پر کرنٹ مارتے ہیں کہ ایمان میں حرارت پیدا ہو جائے۔ اسی طرح گناہوں سے بچنے سے جو غم پیدا ہوتا ہے وہ بھی ایمان چمکانے کا کرنٹ ہے۔

### دنیاوی حوادث سے پریشانی کا سبب

**ارشاد فرمایا کہ** بعض اوقات بڑی دولت کے سامنے چھوٹی دولت کا احساس نہیں ہوتا مثلاً کسی کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے، اگر دس میں روپے گم ہو جائیں تو اس نقصان سے وہ پریشان نہ ہو گا۔ اسی طرح جن لوگوں کو یہ یقین آگیا اور محسوس ہونے لگا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اگر کسی وجہ سے دنیا کا کچھ نقصان ہو جاتا ہے تو ان کو کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے تعلق کی دولت سے سارے جہان سے سیر چشم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر دولت کا احساس نہ ہو تو چھوٹے چھوٹے حوادث سے آدمی پریشان ہو جاتا ہے مثلاً اگر آپ اپنے بیٹے کے نام خفیہ دس ہزار روپے جمع کرادیں اور اسے خبر نہیں کہ میرے پاس کیا دولت ہے تو اگر اس کے دس روپے بھی کھو جائیں گے تو بدھوں ہو جائے گا، لیکن اگر اس کو اس دولت کا علم ہوتا تو کبھی پریشان نہ ہوتا۔ اور یہ احساس کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے ہرگز بیدار نہیں ہوتا جب تک کہ کسی صاحب نسبت اللہ والے

مصلح کے مشورے سے ذکر و مجاہد کی محنت نہ برداشت کی جائے۔ اللہ والے کی صحبت سے جب حق تعالیٰ کی معیت خاصہ کا اکشاف قلب پر ہوتا ہے تو ساری کائنات نگاہ سے گرجاتی ہے اور اپنی تمام رنگیں خواہشات جو پہلے نہایت قیمتی معلوم ہوتی تھیں اب نہایت بے قیمت معلوم ہوتی ہیں اور ان کے تقاضوں پر عمل نہ کر کے ان کو پامال کرنے کا نقصان چھوٹا اور بے حقیقت نظر آتا ہے۔

### حضرت حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ علیہ کی شانِ صبر

دین کے خادموں کو بھی اس لئے دشمنوں کی مخالفت اور ایذا رسانی سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت ہے، مصلحت ہے، تربیت ہے کیونکہ اگر چاروں طرف معتقدین اور مجہین ہی کا ہجوم ہو تو نفس میں بڑائی آجائے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے جس میں لکھنے والے نے مجھے الٰو اور مدد حا لکھا ہے، کتنے لوگ مجھے حکیم الامت اور مجدد املت لکھتے ہیں، اگر ہمیشہ سب یہی لکھتے رہیں تو میرے نفس میں بڑائی آجائے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آج میرے عجب و کبر کا علاج ہو گیا۔ یعنی نسبتِ مع اللہ کا چاند جب کبھی عجب و کبر کے بادولوں میں چھپ جاتا ہے تو مخلوق کی طرف سے اس طرح کی تکلیف پہنچنے سے اللہ تعالیٰ اس کو بادولوں سے نکال دیتے ہیں لہذا یہ تکلیف گونین ہے جو دولتِ کوئین کا سبب ہے، جس سے عجب و کبر کا ملیر یا اتر جاتا ہے۔

### انتقام نہ لینے میں ہی فائدہ ہے

ارشاد فرمایا کہ حلم بڑی چیز ہے۔ حلمِ الطبع بنو، بدله مت لو، ایک دوسرے کے ساتھ گالم گلوچ ملت کرو، اگر انتقامِ لو گئے تو میں آپ سے کہہ دیتا ہوں کہ جائز انتقام لینا بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جائز انتقام لینا انسان کی فطرت کے قابو میں نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کیوں فرماتے: وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ کہ اگر صبر کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کو کسی نے کہا کہ تم الٰو ہو تو آپ جواب میں اسے خالی الٰو

نہیں کہیں گے، آپ کہیں گے تم بھی الٰو تمہارا باپ بھی الٰو، یا کم سے کم اسے الٰو کا پڑھا تو کہہ ہی دو گے۔ اگر ایک شخص نے آپ کو مثلاً چچا سڈگری کی طاقت سے گھونسہ مارا تو کیا آپ اس کو صحیح چچا سڈگری کی طاقت سے ماریں گے؟ اگر بالکل صحیح چچا سڈگری سے ماریں گے تو جائز ہے لیکن اگر اکیاون (۵۱) سڈگری سے مارا تو آپ ایک سڈگری ظالم ہو جائیں گے۔ اب بتائیے کہ خیر کس میں ہے؟ آپ خود فیصلہ کریں، بھلائی اسی میں ہے کہ انتقام ہی نہ لوتا کہ ظلم کا راستہ بند ہو جائے۔ مظلوم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ مظلوم کے ساتھ ہے، صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اگر ظالم، مظلوم سے معاف نہ مانگے تو مظلوم کی آہ ظالم کو ایسی لگتی ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، ظالم سے اللہ تعالیٰ خود بدل لیتے ہیں۔

لہذا یہ دعا مانگا کیجئے اللہُمَّ زِينْ بِالْحَلْمِ اے اللہ! مجھے حلم اطمع بنا دے،  
حضور اکرم ﷺ ہمیں مانگنا سکھا رہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے حلم سے زینت عطا فرم۔ تو حلم کے ذریعہ اپنی زندگی کو مزین کیجئے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں سے کبھی لڑائی ہو جاتی ہے، تا جرتا جر سے، کبھی انکمٹیں والوں سے، کبھی پڑوسیوں سے لڑائی ہو جاتی ہے، تو اس کے لئے فرمایا وَا صِدْرُ عَلَى مَا يَقُولُونَ اگر تمہارے دشمن تمہیں گالیاں دیں، کچھ برا جھلا کہیں تو مَا يَقُولُونَ جو وہ کہتے ہیں اس پر تم صبر کرو وَا هُجُرْ هُمْ هَجْرًا جَمِيلًا اور ان سے جدا ہو جاؤ مگر جدا ہی جیل ہو یعنی حسین جدا ہی ہو۔ دشمن سے الگ ہونے کی دو قسمیں ہیں، ایک تو خراب۔ جدا ہی، ایک حسین جدا ہی۔ لہذا اپنے دشمنوں سے جدا ہی کو اختیار کرو تو اس میں جمال ہو، خوبصورتی ہو، بدصورتی سے جدا ہی نہ کرو۔ اب یہ کیسے ہو گا؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ دشمن سے جمال کے ساتھ الگ ہونا یہ ہے کہ:

((الْهُجْرَانُ الْجَيْلُ الَّذِي لَا شُكُورٌ فِيهِ وَلَا اِنْتِقَامٌ))

(تفسیر بیان القرآن: (ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان): ج ۵۹۵ ص ۳)

ہجران جیل وہ ہے جس میں نہ تو شکوہ ہونہ انتقام ہو، نہ انتقامی جذبات ہوں، اس کی غیبت نہ ہو، اس کا برائی سے تذکرہ نہ ہو۔ لہذا اس سے ایسے الگ ہو جاؤ کہ انتقام نہ ہو، بلکہ انتقام کا ارادہ بھی نہ ہو، بس صبر سے کام لا اور سب کو معاف کر دو۔

## کوئی ولی اللہ انتقام لینے والا نہیں ہوتا

**ارشاد فرمایا کہ** حکیم الامت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ صوفیاء نے ہمیشہ صبر کیا ہے، انتقام نہیں لیا ہے لیکن چونکہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اللہ ان کا انتقام لیتا ہے، تو خدا کا انتقام ان کے انتقام سے کتنا قوی ہو گا۔ اسی لئے اگر کسی اللہ والے کو یا ان کے غلاموں کو کوئی اذیت پہنچ جائے تو فوراً ان سے معافی مانگو اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگو۔ بعض وقت بزرگوں نے تو معاف کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کیا کہ تم اپنا حق معاف کرتے ہو لیکن ہم نہیں معاف کریں گے، جب تک اس کو ہم کسی سزا میں مبتلا نہ کر دیں، اس لئے اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگنا چاہیے۔

سخت ترین امتحانات انبیاء عَلَيْهِمُ الْكَلَمُ اور ان کے سچے تبعین پر آتے ہیں

**ارشاد فرمایا کہ** سروی عالم عَلَيْهِ الْكَلَمُ سے سوال کیا گیا:

((أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ الْأَنْبِيَا إِمَّا

ثُمَّ الْأَمْثُلُ فَإِلَّا مُثْلُ۔ رواه الترمذی وابن ماجة والدارمي))

(مشکوٰۃ المصائبیح: (قدیمی)، باب عیادة المیریض؛ ص ۳۳۶)

کہ لوگوں میں سے کن پر آزمائش (یعنی محنت و مصیبت) زیادہ آتی ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ انبیاء پر، پھروہ جوانبیاء کے ساتھ، بہت زیادہ مشاہدہ رکھے۔ اگر سکون قلب، جعیت قلب اور اطمینان قلب سے دین کی خدمت مطلوب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے لئے دشمن نہ پیدا کرتے اور قرآن پاک میں یہ آیت نازل نہ فرماتے: وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا (سورہ انعام: آیت ۱۱۲) جتنے میرے نبی دنیا میں آئے ان میں سے ہر ایک کے لئے میں نے دشمن بنایا، اور اس میں کوئی آتشی بھی نہیں ہے کہ فلاں نبی کے لئے بنایا اور فلاں کے لئے نہیں بنایا، اور اس جعل تکوینی کی نسبت بھی اللہ نے اپنی طرف فرمائی کہ جَعَلْنَا هم نے بنایا، یہ نہیں کہ کوئی اتفاقی دشمن پیدا ہو گیا۔ اسی کو

خواجہ صاحب حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں۔

بھلا ان کا منہ تھا مرے منہ کو آتے

یہ دشمن انہی کے ابھارے ہوئے ہیں

سرورِ عالم ﷺ کا ایک اور ارشادِ مبارک ہے: آتا أَشَدُ النَّاسِ بَلَاءً (مند

ابی یعلیٰ الموصی: ج ۸ ص ۲۰، رقم ۲۶۹) کہ اللہ نے جتنی بلا نیکی مجھے دیں کسی پیغمبر کو اتنی بلا نیکی نہیں دی گئیں۔ تیرہ سال مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کو کس قدر ستایا گیا، کافروں نے اونٹ کی او بھڑی سجدے میں آپ کی گردن مبارک پر رکھ دی اور کافرا نافسے کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرا کے اوپر گر گئے۔ طائف کے بازار میں آپ کو پتھر مارے گئے، گالیاں دی گئیں، پاگل، مجنون اور جادو گر کہا گیا، یہاں تک کہ مکہ شریف سے آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ پھر مدینہ شریف میں بھی کیسے غم آپ نے برداشت کئے اور وہاں بھی کفار نے آپ کو سکون کا سانس نہ لینے دیا، یہاں تک کہ غم اٹھاتے اٹھاتے اور مجاہدہ فرماتے فرماتے آپ بوڑھے ہو گئے تو بوڑھے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کو کتنا رحم آیا ہوگا لیکن اس کے باوجود مدینہ پاک میں آپ کے لئے سکون قلب سے دین کا کام کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ آئے دن جہاد ہوتا رہا۔ روایت میں ہے کہ آپ جہاد سے واپس تشریف لاتے تھے اور اسلحہ اٹار کر زمین پر رکھنے نہ پاتے تھے کہ دوسرا جہاد کی خبر آ جاتی تھی۔ ساری زندگی جہاد میں رہنا کتنا بڑا مجاہدہ اور کتنی بڑی اتسویش ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے لئے عدو اور دشمن بنائے تو جو ان کے قبیعین ہیں،

ان کے لئے بھی حاسد اور دشمن پیدا کئے جائیں گے۔ اس میں اسرار تربیت ہیں، نبیوں کی بھی تربیت ہے کیونکہ وہ ارواحِ انبیاء کا بھی رب ہے اور ارواحِ اولیاء کا بھی رب ہے۔ اس تربیت میں یعنی حاسدین کے ذریعہ ستائے جانے میں بندے میں انتہائی عبدیت پیدا کی جاتی ہے کیونکہ جب لوگ ستاتے ہیں تو دل شکستہ ہوتا ہے، جیسے جیسے دل شکستہ ہوتا جاتا ہے خدا سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں کے لئے یہی پسند ہے کہ ہمیشہ مجاہدے میں رہو اور مشاہدے میں رہو۔ جتناز برداشت مجاہدہ ہوگا اتناہی زبرداشت مشاہدہ ہوگا۔

## دشمنوں کا وجود باطنی تربیت و ترقی کا سبب

**ارشاد فرمایا کہ** دشمنوں کا وجود اللہ تعالیٰ نے تکویناً جب پیغمبروں کے لئے مفید بنا یا اور تشویش قلب اور بے سکونی کے ساتھ دین کی خدمت جب پیغمبروں کے لئے مقدر فرمائی تو اولیاء اللہ کو غم اور تشویش اور دشمنوں کی مخالفت کیوں نہ پیش آئے گی کیونکہ ولایت تابع نبوت ہوتی ہے۔ جو جتنا زیادہ تابع نبوت ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کی ولایت قوی ہوگی۔ اعلیٰ درجہ کا ولی وہی ہے جو اعلیٰ درجہ کا قبیح نبوت ہو۔ پیغمبروں کو جو مرحل و منازل پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تربیت کے جتنے انواع و اقسام و اطوار پیغمبروں کے لئے ہیں کماً و کیفًا ان کا کچھ حصہ اولیاء اللہ کو بھی دیا جاتا ہے۔ البتہ وہ بلا و مصیبت انبیاء کے درجے کی نہیں ہوتی، کم درجہ کی ہوتی ہے کیونکہ اتنی بڑی بلا اولیاء اللہ برداشت نہیں کر سکتے مگر کچھ مشاہدہ تو ہوتی ہے۔ لہذا دشمن کے وجود سے گھبرا نہیں چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں والا انعام ہم جیسے گنہگاروں کو بھی عطا فرمادیا۔ پونکہ یہ بھی نبیوں والا سرکاری کام کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کو پھیلارہا ہے تو جو نبیوں سے جتنا زیادہ قریب ہوگا اتنے ہی زیادہ اس کو نبیوں جیسے حالات پیش آئیں گے۔

## تشویش کا تکلوینی راز

اور ایک جدید مضمون اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بذریعہ وحی بتادیا تھا کہ فلاں فلاں جو مسجد نبوی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، صورتاً صحابی نظر آتے ہیں مگر یہ صحابی نہیں ہیں منافقین ہیں۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معلوم تھا کہ مدینہ شریف میں سب میرے عاشق نہیں ہیں، میرے جاں شاروں، وفاداروں اور سچے عاشقوں کے درمیان بدترین دشمن بھی چھپے ہوئے ہیں جو ہماری مصیبت پر خوش ہوتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قلب مبارک کس قدر مشوش ہوا ہوگا لیکن آپ کی دینی مصلحت اور کمالِ فراستِ نبوت نے ان کو برداشت فرمایا۔ لہذا صرف عاشقوں میں رہنے کا ذوق خلافِ ذوقِ نبوت ہے اور ذوقِ تربیتِ الہمیہ کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں،

اگر چاہتے تو عزرا میل علیہ السلام کو ہجج کر سارے منافقین کی روح قبض کر لیتے کہ میرا پیغمبر ان نالائقوں کی وجہ سے تشویش میں ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے تشویش کو قائم رکھا۔ معلوم ہوا کہ تشویش میں رکھنا بھی ایک تکونی راز ہے اور اس سے پیغمبروں کی ترقی درجات مقصود ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نبیوں کو شمن اس لئے نہیں دیتا کہ نعوذ بالله! وہ عجب و کبر سے محفوظ رہیں کیونکہ پیغمبر معموم ہوتے ہیں، ان میں عجب و کبر پیدا ہی نہیں ہو سکتا، انبیاء سے گناہ کا صدور محال ہے۔ جبکہ اولیاء اللہ چونکہ معموم نہیں ہوتے، اس لئے مخلوق کی دشمنی و ایذ ارسانی عجب و کبر سے ان کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے اور ان کی ترقی درجات کا بھی ذریعہ ہے اور ان کے تعلق مع اللہ میں اضافہ کا بھی ذریعہ ہے۔

### دشمنوں کی مخالفت کی مثال

الہذا کسی دشمن کی مخالفت اور اس باب تشویش سے دینی خادموں کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے، مولانا رومی عزیز اللہ یہ فرماتے ہیں کہ جب چاند چودھویں رات کو بدرا کامل ہو جاتا ہے تو کہتے زیادہ بھونکتے ہیں، یہ منظر دیکھنا ہوتا کسی گاؤں میں دیکھنے جہاں بھلی کی روشنی نہیں ہوتی، اس لئے ساری رات کے بھونکتے ہوئے سنائی دیں گے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کیا کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی رفتار کو بدلتا ہے؟ اسی طرح اولیاء اللہ جب ترقیات ظاہری و باطنی سے چاند کی طرح کامل ہو جاتے ہیں تو ان کے دشمن اور حاسدین بوجہ حسد کے کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔ توجہ طرح چاند کتوں کے بھونکنے کے باوجود اپنی رفتار پر قائم رہتا ہے، اسی طرح دین کے خادموں کو چاہیے کہ وہ بھی حاسدین کی پرواہ نہ کریں، اپنے کام میں لگر رہیں اور اللہ کی محبت کو نشر کرتے رہیں اور ان دشمنوں کو اپنی تربیت کے لئے مفید سمجھیں۔

### اہل اللہ کا مزاج

**ارشاد فرمایا کہ** حکیم الامت تھانوی عزیز اللہ یہ نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اللہ والوں کے اخلاق کیسے ہوتے ہیں؟ اگر ان کو کسی سے تکلیف پہنچ جائے تو

وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لئے فرمایا تھا لَا تُثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (سورہ یوسف: آیت ۹۲) کتم پر کوئی الزام نہیں۔ جن بھائیوں سے وہ انتقام لینے پر قادر تھے لیکن فرمایا لَا تُثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ہم آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتے، شیطان نے بیچ میں بہ کادیا تھا۔ سارے بھائیوں کی دشمنی کو ابلیس اور اس کی ذریات پر ڈال دیا تاکہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو۔ انہوں نے یہ جملہ کیوں کہا کہ شیطان نے ہمارے اور تمہارے درمیان میں گڑبرڑ کر دی تھی، حالانکہ خود ان بھائیوں نے کی تھی، لیکن آہ! یہ پیغمبرانہ اخلاق دیکھئے! اپنے بھائیوں کو نداامت بھی نہیں ہونے دی کہ میرے بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو اور یہ جملہ کہہ دیا کہ بھائی! تم لوگوں نے تھوڑی کچھ کیا تھا، کبجنت شیطان نے کیا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے: مَنْ يَنْظُرْ إِلَى مَحْجَرِيِ الْقَضَاءِ لَا يُغْنِي أَيَّامَهُ بِمُخَاصِمَةِ النَّاسِ کہ اس سے تصوف کا ایک بہت بڑا مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفیاء کی نظر ہمیشہ مجری قضاء پر ہوتی ہے جہاں سے فیصلے جاری ہوتے ہیں۔ مجری کی جمع مجری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے عرش اعظم سے صادر ہوتے ہیں تو جو اللہ والے ہیں وہ جہاں سے فیصلے ہوتے ہیں وہاں نظر رکھتے ہیں۔ جن کی نظر اللہ تعالیٰ کے مجری قضاء پر ہوتی ہے وہ مخلوق کے جھگڑوں میں اپنی زندگی کے دونوں کو ضائع نہیں کرتے کیونکہ جو خلق میں پھنسا پھر وہ خالق کے لئے کہاں رہا؟ جو مخلوق میں پھنسا کہ اس نے یوں کیا، میں بھی ایسا کروں گا، اس نے مجھے کیوں کہا میں بھی اس کو کہوں گا، جو ان چکروں میں پھنسا تو اس کا دل تو مخلوق میں پھنس گیا، اب خالق کے قابل نہیں رہا۔

### اہل دنیا کا مزاج

اور جن کی نظر اوپر نہیں ہے، زمین پر دھرے ہوئے ہیں، آسمان کی طرف نظر نہ کرنے کی وجہ سے آسمان سے محروم ہیں، وہ سب کے سب یعنی آیامہ ہیں یعنی ایسے اشخاص اپنی زندگی کو ضائع کر رہے ہیں فی خُصُومَةِ النَّاسِ وَ فِي هُجَاجَةِ تَهَمَّمْ،

ہر وقت وہ جھگڑتا رہتا ہے کہ اس نے یوں کہا تو میں یوں کہوں گا، اس کی ساری زندگی اسی میں ضائع ہو جاتی ہے۔ اور جن کی نظر عرشِ اعظم پر ہوتی ہے ان کو پتا چلتا ہے کہ جس نے اذیت دی، وہ ہماری قسمت میں لکھا تھا۔ اس لئے بس ہر ایک سے محبت کرو۔

### صبر اور نماز سے دنیا کے غموں کا مداوا

**ارشاد فرمایا کہ** دنیا کی مصیبت ہو یادِ دین کی مصیبت، سب سے پہلی تدبیر یہ کرو کہ مسجد کی طرف دوڑ و فَفِرُّ وَ إِلَى اللَّهِ بُحَاوَ اللَّهِ کی طرف۔ دنیا کی مصیبت کیا ہے؟ یہاری آجائے، قرضہ ہو جائے یا کوئی صدمہ اور غم لگ جائے۔ دین کی مصیبت کیا ہے؟ گناہ کا تقاضا ایسا ہونے لگے کہ گناہ میں ابتلاء کا ندیشہ ہونے لگے، دل کا گھبراانا، طبیعت کا سکون جاتا رہنا، ذکر میں دل نہ لگنا۔ اس وقت ہوش و حواس کو سنبھالنا، ہمت سے کام لینا، یہ صبر ہے۔ لیکن صبراۓ گا کیسے؟ وَ اسْتَعِينُوا بِالصَّابِرِ وَ الصَّلُوٰۃِ دیکھو! مصیبت میں نماز سے مد لینا نص سے ثابت ہے۔ ایک طرف تو حکم دیا ہے کہ خبردار ابے صبری مت کرنا، صبر سے کام لینا، پھر طریقہ بھی بتلا دیا کہ ہوش و حواس کو سنبھال کر ہمت سے کام لینا، اتنا کر کے نماز میں مشغول ہو جانا تاکہ استقامتِ نصیب ہو جائے۔ حضور ﷺ کے طریقہ واپنانا چاہیے کہ اجر بھی ملے گا اور کام بھی بنے گا، آپ ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو آپ نماز کا اہتمام فرماتے تھے۔ پچھے کو جب دودھ کی ضرورت پیش آتی ہے تو ماں کی طرف بھاگ جاتا ہے (اسی طرح بندے کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو رباکی طرف بھاگے)۔

میرے بھانجے کا چھوٹا بیٹا آج صبح روٹی کھارہ تھا۔ میں نے اس کی روٹی اٹھائی کہ دیکھوں یہ کیا کرتا ہے؟ روٹی اٹھا کر میں ایسے کرنے لگا جیسے روٹی لے کر بھاگ جاؤں گا۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، اٹھ کر سیدھا اپنی ماں کے پاس بھاگا ہوا گیا اور کہا کہ اماں! دادا ہماری روٹی چھین رہے ہیں۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ بچ سمجھتا ہے کہ میرا کام میری ماں ہی کرے گی، مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں ان کے ہاتھوں میں سے روٹی چھین لوں، وہ اپنی ماں کو سب سے زیادہ طاقتوں سمجھتا ہے۔ بچے اور ماں کا جو تعلق ہے،

بندے اور اللہ کا اس سے بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ لیکن ہم کیونکہ متکبر ہیں، اس لئے اپنے دست و بازو پر نظر رکھتے ہیں کہ ہمارے دست و بازو میں دم ہے، ہم سے کون روٹی چھین سکتا ہے؟ چھیننے کا تو ہم اس کا منہ توڑ دیں گے۔ ہم سے کون گناہ کرا سکتا ہے؟ ہم گناہ سے مقابلہ کی قوت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہزاروں دفعہ اکھاڑے میں چوت ہوتے ہیں۔ اگر آپ بڑے شیر ہیں تو ایک بار توبہ کرنے پر دوسرو بار کیوں گناہ کرتے ہیں؟ اگر آپ کا ارادہ ہی سب کچھ ہے تو کیوں ٹوٹ جاتا ہے؟ جب آدمی کے ارادے ٹوٹتے ہیں، بار بار ٹھوکر کھاتا ہے، اس وقت اس کو اپنی بے دست و پائی معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی نظر اپنے ارادوں پر نہیں رہتی بلکہ اللہ پر ہو جاتی ہے کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا، سب کچھ آپ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ اگر آپ چاہیں گے تو گناہ سے نجّ جاؤں گا ورنہ ساری شہبازیت دھری رہ جائے گی۔ اللہ والے اپنے دست و بازو پر نظر نہیں رکھتے، ان کی نظر صرف اللہ پر ہوتی ہے۔

### مصادب پر روزِ قیامت انعامات کی بارش ہو گی

**ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مظلوموں کی آہوں اور مصیبت زدؤں کے نالوں کا انعام عطا فرمائے گا تو وہ لوگ تمذا کریں گے:**

((يَوْمَ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيمَةِ حِينَ يُعْظَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الشَّوَّابُ  
لَوْ آنَ جُلُودُهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا إِلَّا مَفَارِيْضُ۔ رواه الترمذی))

(مشکوٰۃ المصائب (قدیمی): باب عیادة الامریض؛ ص ۱۳)

کہ کاش! دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کافی جاتی، کیونکہ وہ جب دیکھیں گے کہ محض کا ناچھنے پر یا کسی کے معمولی سے ستادینے پر یا سوئی چھجھ جانے پر جنت کے ایسے ایسے عظیم درجات عطا ہو رہے ہیں تو وہ اس وجہ سے کہیں گے کہ کاش! ہمیں اور بڑی مصیبت، کھال قینچی سے کافی جانے کی عظیم مصیبت پہنچتی تو پھر نہ معلوم کیا عطا ہو جاتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کراچی سے لاہور تک ریل میں سفر کر رہا ہو اور

راستہ میں اس کو ریل کی سیٹ میں سے کوئی کھٹل کاٹ لے۔ پھر جب وہ مسافر لا ہو راتے تو ریل کا گارڈ اس کو طلب کرے اور کہے کہ گاڑی میں ایک کھٹل نے تجھے کاٹ لیا تھا، اس کے بد لے میں میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں تو وہ مسافر کیا کہے گا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ایک کھٹل کے کاٹنے پر اتنا انعام ملے گا، اگر مجھے معلوم ہوتا تو ایک کیا آٹھ دس کھٹملوں سے کٹا لیتا، یہ دولت جو مجھے اس وقت نصیب ہوئی ہے، اس کے مقابلے میں وہ تکلیف کچھ بھی نہیں تھی، اگر اور زیادہ تکلیف پہنچ جاتی تو اور بڑا انعام ملتا۔

### دین و دنیا کی تمام پریشانیوں کا حل

**ارشاد فرمایا کہ** حکیم الامت حَمَّادُ اللَّهِ تَعَالَى تحریر فرماتے ہیں کہ ایک صاحب کا لمبا خط آیا ہے جس میں دین و دنیا کی تمام پریشانیاں لکھی ہیں۔ ہمارے اس مجمع میں بھی شاید کوئی ایسا ہو تو غور سے سن لے، بعض حالات بعضوں کے لئے Fit (Fit) ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے اور پھر جس طرح سے مالک رکھے راضی رہو، یہ بہترین تدبیر ہے کوئی تدبیر کر کے تو دیکھے۔ بعض لوگوں کو حضرت نے فرمایا کہ تم جو پریشان ہو تو اپنی تجویز سے پریشان ہو، تم نے اپنی زندگی کا کوئی نقشہ سامنے رکھا ہوا ہے، اگر تم مولیٰ کی مرضی پر جینا سیکھ لوا اور اپنا نقشہ بکس میں بند کر کے رکھ دو تو اس کا نام تسلیم و تقویض ہے۔ اگر تم اپنی تجویز کو تقویض کر دو تو پریشانی ختم ہو جائے گی۔ جس مومن کو پریشانیاں ہیں وہ تجویز کی وجہ سے ہیں کہ ہمیں یہ کھانا ملنا چاہیے، ہمارا اتنا بڑا گھر ہونا چاہیے، ہمارا کپڑا ایسا ہونا چاہیے، ہمارے لڑکے امریکہ سے میڈیکل کالج کا فرست ڈویژن پاس کر کے ڈگری لے آئیں، لڑکی بھی ڈاکٹرنی بن جائے۔ یہ ساری تجویز کی وجہ سے پریشانی ہے، اگر تسلیم کا مادہ پیدا ہو جائے، اللہ کی طرف تقویض کر دو ان شاء اللہ! کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

ایک صاحب نے لکھا کہ بہت مقروض ہو گیا ہوں اور جن لوگوں کا قرض ہے وہ ہمیں دمکلی دے رہے ہیں اور میری نیند اڑی ہوئی ہے، حضرت نے لکھا کہ جو قرض والے ہیں

وہ تم کو زیادہ سے زیادہ جیل میں ڈال سکتے ہیں، تم قید خانے کی قید کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، اگر حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر ہو کر قید خانے میں جا سکتے ہیں تو تم کیوں اتنا پریشان ہو؟ اس کے بعد ضمانت سے چھوٹ جاؤ گے۔ پھر حکومت وقت، نج، عدلیہ تمہاری آمدی کو ٹوٹ لے گی کہ تمہاری ماہانہ آمدنی کیا ہے؟ اس لحاظ سے ماہانہ قرض کی ادائیگی کی ایک قسط باندھ دے گی، اب کیا پریشانی ہے؟ جب اس کو خط پہنچا تو اس نے جواب لکھا کہ میری ساری پریشانی دور ہو گئی اور میں ٹانگ پھیلا کر خوب سورہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ جس کا قرض ہے یہی تو کرے گا کہ مجھے جیل میں ڈال دے گا۔ یہ تھے حکیم الامت!

حضرت ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جون پور میں بے حد مقرض ہو گیا، میرے سبڑے کے بیمار ہو گئے، میں نے حضرت کو وصغات کا بڑا لمبا چوڑا خط پریشانی کا لکھا تو حضرت نے جواب لکھا کہ آپ نے اتنی پریشانیاں لکھیں، ایسا لگتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ہی حاصل نہیں، آپ کی آنکھی روشنی سلامت ہے، کان کے سننے کی شنوائی سلامت ہے، کہیں فال چنہیں گرا، آپ کو لقوہ نہیں ہوا، اتنی نعمتیں آپ کے پاس ہیں، اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اگر کوئی اور پیر ہوتا تو وظیفہ لکھ دیتا یہ پڑھو یہ ہو جائے گا، یہ پڑھو یہ ہو جائے گا، یادل و جان سے دعا کرتا ہوں مگر حضرت نے کوئی وظیفہ نہیں لکھا، بلکہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی جو موجودہ نعمتیں ہیں ان کا استحضار کرو کہ کیا ہم اس قابل تھے کہ ہماری آنکھ قائم رہے؟ جو لوگ بنظری کر رہے ہیں ان کی آنکھوں کی روشنی اس قابل ہے کہ اس کو خدا قائم رکھے یا اس کو انداھا کر دینا چاہیے؟ بتاؤ! شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے سزا نہیں دی۔ بس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جوز یادہ شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شکریہ کے صدقہ میں اس کی نعمت میں اور انسان فکرتا ہے اور اس کی پریشانی کو عافیت سے تبدیل کر دیتا ہے۔

### دعا کرتے وقت اُمید کو غالب رکھو

**ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کچھ تکلیف میں رہتے ہیں، یماری کی تکلیف ہو یا**

کوئی اور غم ہو یا کسی قسم کی ذہنی پریشانی ہو تو دعا اور تدبیر دونوں کریں، سب سے پہلا نمبر دعا کا ہے، دور کعات صلوات الحاجت پڑھ کر بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ وہ دعا جو مشکلہ شریف میں اور شامی کی جلد ۲ میں ہے، وہ بھی پڑھ لیں، دعائے مسنونہ ہے:

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَزِيزِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوْجَبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَّىْمَ مَغْفِرَتِكَ  
وَالْغَنِيَّةَ مِنْ كُلِّ إِرِيرٍ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُ إِذْنَنَا  
إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هُمْ إِلَّا فَرَجَحَتْهُ وَلَا حاجَةَ هُنَّ لَكَ رِضاً  
إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّحْمَةِ)) (رواہ الترمذی وابن ماجہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب التسطوع؛ ص ۱۱). (شامی: ج ۲ ص ۳۷۳)

یہ دعا آخر تک پڑھ کر اپنی حاجات کے لئے دعائماںگ لو، اور دعا کرتے وقت امید اور حسن ظن کو غالب رکھو، یقین سے دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو ضرور قبول فرمائیں گے، پھر دیکھو دعا کیسے جلد قبول ہوتی ہے۔ دعا تو اسی وقت قبول ہو جاتی ہے، کبھی ظہور دیر سے کرتے ہیں، چاہتے ہیں کہ بنہ اور مانگتا رہے، اور مانگے، ابھی اور مانگے۔ ایک دعا کو کم سے کم تین مرتبہ مانگنا سنت ہے، مثلاً کوئی غم آتا تو آپ کم از کم تین دفعہ مانگو کہ یا اللہ! میرا غم دور کر دے، یا اللہ! میرے غم کو خوشی سے بدل دے، یا اللہ! میری یہ تکلیف دور کر دے، کم از کم تین مرتبہ ربا کانا متومنہ سے نکلتا ہے۔ یہ حاجتیں بڑی نعمت ہیں کہ اسی بہانے سے ہم ان کو یاد کرتے ہیں، اور مناجات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کا قرب بھی بڑھاتے ہیں۔

**غم و پریشانی کے دور ہونے کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے**

اُس کریم مالک سے دین اور دنیا کی سب نعمتیں مانگو، کریم اس ذات کو کہتے ہیں جو بلا استحقاق مہربانی فرمادے، اور ہماری تمناؤں سے زیادہ عطا فرمادے۔ دعا کے بعد جو مناسب تدبیر ہو وہ بھی کرے لیکن پھر اللہ کی رحمت کا منتظر ہے، حدیث شریف ہے:

((أَفْضُلُ الْعِبَادَةِ انتِظارُ الْفَرَجِ۔ رواه الترمذی))

(مشکوٰۃ الصابیح: (قدیسی)، کتاب الدّعوٰت، ص ۱۹۵)

سب سے بہترین عبادت اللہ کی رحمت کا انتظار کرنا ہے کہ اب رحمت آئی اور میرا غم دور ہوا، اب رحمت آئی اور میری بیماری دور ہوئی۔ غرض امیدگاہے بیٹھے ہیں اور مانگنے بھی جا رہے ہیں، نامیدنہ ہونا، کشادگی کا، غم و پریشانی کے دور ہونے کا انتظار کرنا یہ افضل العبادات ہے۔ اب اس کی وجہ کیا ہے؟

((لَا إِنَّ الصَّابِرَ فِي الْبَلَاءِ إِنْقِيَادٌ لِّلْقَضَاءِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (مکتبہ رشیدیہ)، کتاب الدّعوٰت، ج ۵ ص ۱۲۳)

ملا علی قاری عَزَّوَجَلَّ اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ بلا میں صبر سے رہنا، اللہ کی رحمت کا منتظر رہنا اور اللہ سے شکایت نہ کرنا، یہ إِنْقِيَادٌ لِّلْقَضَاءِ ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور قضا کا احترام کرنا ہے کہ مالک جس حال میں چاہے رکھے، ہمارا کام مانگنا اور گڑ کرنا اور دعا کرنا ہے، یہ نہیں کہ اللہ میاں نے ہم ہی کو کیوں تاک رکھا ہے؟ اللہ میاں نے ہم ہی کو کیوں نشانہ بن رکھا ہے؟ یہ کیوں جس نے لگایا وہ بر باد ہوا، شیطان نے کیوں لگایا تھا کہ ہم کو آگ سے پیدا کیا اور حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کو مٹ سے پیدا کیا، پھر آپ نے ہمیں سجدہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ یہ کیوں اور چوں چرا کرنا یہ بندوں کا کام نہیں ہے۔

### بندگی کی حقیقت

میں کوشش کرنے، تدبیر کرنے سے منع نہیں کر رہا ہوں لیکن اپنے لئے تجویز مرت کرو کہ ہمیں تو بس یونہی رہنا ہے۔ دعا کر کے، تدبیر کر کے پھر راضی رہو۔ مانگنا بادشاہت کا بھی جائز ہے لیکن راضی رہو تقریب پر، مانگ تو بریانی اور مرغ اور محفلی کا کباب لیکن راضی رہو چٹی روٹی پر۔ ان کی طرف سے جو چیز آجائے سمجھو کہ اللہ نے سمجھی ہے، اللہ جو پہنادے پہن لو، جو کھلادے کھالو، جہاں رکھے رہ لو، آخر میں بلڈنگوں والے بھی قبروں میں جائیں گے اور جھوپڑی والے بھی قبروں میں جائیں گے۔ نہ یہاں کا عیش و

راحتِ دائمی ہے اور نہ یہاں کی تکلیف ہمیشہ رہے گی، دنیا کو آخرت کے آرام اور وہاں کے عذاب سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

### مصیبت میں دعاء مانگنے کا مزہ

**ارشاد فرمایا کہ** رنج و لمبھی بندے کے لئے نعمت ہے کہ اس اضطرار میں دل سے دعا نکلتی ہے، سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہوتی ہے اور لذتِ مٹنا جات عطا ہوتی ہے جو خود ایک عظیم نعمت ہے۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہما جرکلی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ دعا کا مزہ بھی جب آتا ہے جب دل پر کوئی مصیبت ہو، اسباب کے پردے جل چکے ہوں اور تدبیر کے ناخن گھس چکے ہوں۔ اس پر میری مشنوی اردو کے کچھ اشعار سنئے۔

ناخنِ تدبیر گھس جانے کے بعد  
پرداہ اسباب جل جانے کے بعد  
بس تری جانب ہے اب میری نگاہ  
ناوِ میری پار ہو میرے اللہ  
گر ٹو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید  
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید  
جس کو تیری راہ سے جو بھی ملا  
وہ ترے دستِ کرم سے ہی ملا

مجاہدے کے بعد اطمینان کا مزہ آتا ہے، ہر شے اس کی ضد سے پہچانی جاتی ہے، جیسے چھٹی کا مزہ مشغولی کے بعد ہے، اگر ہر وقت چھٹی رہے تو مزہ بھی نہیں آئے گا، آرام کا مزہ تھکاوٹ کے بعد ہے۔ تو دنیاوی مشکلات، پریشانیاں ہمارے دل کو، مومن کے دل کو خوشی پہنچانے کے لئے آتی ہیں۔ اگر ہمیشہ عافیت و راحت ہی رہے تو مزانِ عبادیت استقامت سے ہٹ جائے، بغیر تکلیف و مصیبت کے زاری و شکستگی پیدا نہیں ہوتی۔ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس رہتا ہوں:

((أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لَا جُلُونَ))

(مرقاۃ المفاتیح: ج ۲ ص ۸۔ التشریف: معرفۃ احادیث التصوف: ص ۱۶۳)

اور صبر سے دل ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ صبر تنخ ہوتا ہے۔ حزن و غم کی حالت میں جس توجہ، عاجزی و اضطرار کے ساتھ بندہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں منا جاتا ہے اور یہ وزاری کرتا ہے یہ اضطرار راحت و عیش کی حالت میں کیسے پیدا ہو سکتا تھا۔ یہی مصیبۃ اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچادیتی ہے اور قلب میں حق تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجدوب عَلَيْهِ السَّلَامُ کا شعر ہے۔

بڑھ گیا ان سے تعلق اور بھی  
دشمنی خلق رحمت ہو گئی

کوئی پریشانی ہو، اللہ کے حوالے کر کے مطمئن ہو جاؤ

**ارشاد فرمایا کہ** حضرت حکیم الامت تھانوی عَلَيْهِ السَّلَامُ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پریشانی میں بمتلا ہو، خواہ بیماری ہو یا روزی کی کمی ہو، تجارت میں نقصان ہو رہا ہو، یا کوئی دشمن پیچھے گکریا ہو، ہر پریشانی کا اعلان، ہر قسم کے دکھ کا اعلان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے، اللہ کے حوالے کر دو، اور جیسے حضرت مفتی محمد حسن امتسري عَلَيْهِ السَّلَامُ سے حضرت حکیم الامت عَلَيْهِ السَّلَامُ نے فرمایا کہ مون کا اعتقاد جب مقدر پر ہے تو اسے مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ بس اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔

تمام مشکلات کا حل استغفار اور دعا کرنا ہے

**ارشاد فرمایا کہ** سرورِ عالم عَلَيْهِ السَّلَامُ کا ایک ارشاد مبارک ہے جس میں ہمارے تمام مصائب آسمانیہ اور مصائب زمینیہ سے نجات کا حل بیان فرمایا گیا ہے۔ ہمارے بہت سے احباب کسی نہ کسی پریشانی، غم یا مصیبۃ میں بمتلا ہیں۔ بعض لوگ کسی آسمانی غم میں بمتلا ہیں یعنی ان کو کوئی مستقل مرض لاحق ہے اور بعض لوگ مخلوق کی طرف سے ستائے جا رہے ہیں۔ تو ہر مصائب آسمانیہ اور مصائب زمینیہ سے نجات کا وہ راستہ آج بتا رہوں جو چودہ سو

برس پہلے اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم ﷺ کی زبانِ نبوت سے اپنے بندوں کے غم کا مدارا نازل فرمایا کہ جو لوگ مصیبتوں میں بنتا ہیں وہ یہ کام کریں، کسی بھی مصیبت میں بنتا ہوں چاہے مغلوق کی طرف سے اذیت پہنچ رہی ہو یا آسمان کی طرف سے کوئی بلا آگئی ہو جیسے گردے بیکار ہو گئے ہوں، کینسر ہو رہا ہو، اس میں ہر بلا کا علاج ہے۔ اس سے بہتر کوئی مدارا، کوئی ہسپتال، کوئی تدبیر کا گرنہیں ہے حتیٰ کہ ڈاکٹر کے اختیار میں بھی کچھ نہیں ہے۔

وہ حدیث شریف یہ ہے:

((مَنْ لَّزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ هَمْرَجًا وَ مِنْ كُلِّ هَمٍ فَرَجًا وَ رَزْقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ))

(مشکوٰۃ المصاہبیح: قدیمی)؛ کتاب الدعوٰت: ص ۲۰۲)

کہ جو کثرت سے استغفار کرتا ہے، نرم بمعنی کثرت کے ہے، یہ شرح حضرت تھانوی علیہ السلام کی ہے یعنی جو استغفار کی کثرت کرے گا اسے تین نعمتیں ملیں گی۔ آج کل ہمارے جو حالات ہیں تو استغفار کی کثرت کی جائے کیونکہ ہمارے لئے مشکل کا حل صرف اللہ سے مغفرت مانگنا ہے، چھوٹا چھا بات سے مانگتا ہے، بندہ رب اسے گڑگڑا تار ہے۔

غم چو آید زود استغفار کن

مولانا رومی علیہ السلام نصیحت کرتے ہیں کہ غم جب آئے تو دو درکعات پڑھ کے رونا شروع کر دو کہ اے اللہ! میری مصیبت دور کر دے، میری نالائقیوں اور گناہوں کو معاف فرمادے۔ ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنے کا نام استغفار ہے، لیکن یہ استغفار مکمل کب ہوگا، جب توبہ بھی کرو گے: إِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوا إِلَيْهِ، اللہ تعالیٰ نے توبہ اور استغفار کو الگ الگ نازل کیا۔ بعض لوگ استغفار و توبہ کو ایک ہی سمجھتے ہیں، اگر یہ ایک ہی ہوتا تو ”ثُمَّ“ حرفِ عطف نازل ہی نہ ہوتا۔ معطوف علیہ اور معطوف میں مغائرت لازم ہے یعنی استغفار الگ ہے اور توبہ الگ ہے۔ استغفار کیا ہے؟ ماضی کے گناہوں کی معافی، اے اللہ! میرے ماضی کے گناہوں کو معاف کر دیجئے۔ اور توبہ کیا ہے؟ اے اللہ! اب آئندہ آپ کو نار ارض نہیں کروں گا۔

## ہر مصیبت سے نجات کا چودہ سو برس پر اندازخا

تو حدیث شریف کی اس بشارت کی رو سے جو کثرت سے استغفار کرے گا  
اسے یہ تین نعمتیں ملیں گی:

**نمبر (۱)** جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ فَخَرَجَ اللَّهُ تَعَالَى اس کو ہر پریشانی سے  
نکال دیں گے، جس مصیبت میں بھی ہوگا اس سے نجات مل جائے گی، ضيق کے معنی ہیں  
گھٹن، تنگی، پریشانی، اور مخرج کہتے ہیں نکلنے کے راستے کو۔ ہر گھٹن اور غم سے نجات کا راستہ  
بزمانِ نبوت ﷺ آپ سن رہے ہیں۔ چودہ سو برس پہلے جو اعلان ہوا تھا، آج اختر  
مسجد اشرف میں آپ لوگوں کو سنا رہا ہے۔

**نمبر (۲)** وَمِنْ كُلِّ هَمٍ فَرَجَ جَاءَ اور وہ غم جو اس کو گھلا رہا ہوا سے بھی کشادگی  
عطای ہوگی، راستہ پیدا کر دیا جائے گا، ہر شدید بڑے سے بڑے غم سے رہائی کا راستہ  
مل جائے گا۔ جہاں آپ کو ما یوسی ہوتی ہوگی کتاب ہم تو مرہی جائیں گے یادمن ہمیں  
مارہی دے گا، ان شاء اللہ! دشمن کو اللہ تعالیٰ مار دے گا۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اللہ کا ولی  
بنتا ہے اور اپنے کو گناہوں سے بچتا ہے تو جو دشمن دھمکی دیتے ہیں تم کو قتل کر دیں گے،  
اللہ ان دشمنوں کو دھمک دیتا ہے، اللہ کے دوستوں کو دھمکانے والوں کو خدا دھمک دیتا ہے۔

تو بہ واستغفار کرنے والے پر بے حساب روزی کی بارش

**نمبر (۳)** وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیا جائے گا  
جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا کہ میں کیا تھا اور کیا سے کیا ہوتا جا رہا ہوں۔ کتنا غریب تھا،  
اللہ تعالیٰ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، بے حساب روزی دے گا۔ ظاہری روزی بھی دے گا  
اور باطنی روزی بھی دے گا، دل میں بھی اپنی محبت کی روزی اللہ تعالیٰ بے حساب دے گا۔  
مگر اللہ جسے بے حساب روزی دے وہ اللہ کے راستے میں بے حساب خرچ بھی کرے۔  
اللہ تعالیٰ تو بے حساب دے اور اس کے راستے میں دیتے وقت حساب لگاتے ہو؟  
جب اللہ بے حساب دے تو اللہ پر بے حساب فدا بھی کرو۔

## تقویٰ کے چند مزید انعامات

استغفار کے یہ تین انعامات زبانِ نبوت نے بیان فرمائے، اس کے علاوہ بھی اللہ نے بہت انعامات گناہوں کے چھوڑنے اور تقویٰ اختیار کرنے کے رکھے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا جُو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اس کے سب کام آسان کر دیں گے۔ آپ کا کوئی دوست روزانہ آپ کے پاس آ کر آپ کا دل بہلاتا ہوا اور پھر وہ کسی مصیبت میں پھنس جانے کی وجہ سے نہ آئے تو اگر آپ واقعی دوست ہیں تو فوراً اس کی مصیبت کوٹالے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ پھر آتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندے کی آہ وزاری، اس کی مناجات اور اس کا اللہ اللہ گرنا محظوظ ہے۔ جب وہ کسی مصیبت میں پختا ہے تو اللہ تعالیٰ جلدی اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تاکہ میرابندہ پھر میرے حضور میں آئے، جلدی سے مصیبت ٹالنے کا راز یہ ہے، یہ رازِ دوستی ہے۔ اور ایک جگہ اللہ پاک نے فرمایا: إِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلُ لَكُمْ فُرُqًا كہ اگر تم گناہ چھوڑ دو تو ہم تم کو ایک نور عطا کریں گے جس سے تمہیں بھلائی اور برائی میں تمیز پیدا ہوگی۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ پر یہ سارے انعامات تو ہم دیں گے ہی، سب سے بڑا انعام یہ دیں گے: إِنَّ أَوْلِيَاَهُ وَإِلَّا الْمُتَّقُونَ کہ تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں گے یعنی تم کو ولی اللہ بنادیں گے، اس سے بڑھ کر تقویٰ کا کیا انعام ہو سکتا ہے۔

### دعامانگنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے

**ارشاد فرمایا کہ** اللہ سبحان و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: أَدْعُونَنِي أَسْتَجِبْ لِكُمْ (سورہ مومن: آیت ۲۰) مجھے پکارو، مجھ سے دعا مانگو، میں قبول کروں گا۔ اور دوسرا جگہ فرمایا: أَمَّنْ يُتَّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ (سورہ نمل: آیت ۶۲) جب کوئی اضطرار کے ساتھ دعا کرتا ہے تو کون قبول کرتا ہے سوائے اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ سوال فرماتا اقرار فرماتا ہے، اسے استفہام اقراری کہتے ہیں یعنی میرے سو اتمہاری دعاؤں کا کوئی قبول کرنے والا نہیں ہے۔ بظاہر تو سوال ہے لیکن سوال کی دو تسمیں ہیں، ایک استفہام اقراری کہلاتا ہے،

دوسرے کو استفہامِ انکاری کہتے ہیں، یہاں استفہامِ اقراری ہے یعنی اللہ کے سوا کون ہے تمہاری دعاوں کو قبول کرنے والا۔

## اللہ تعالیٰ کو گڑھا کر دعا مانگنے والے محبوب ہیں

تو اللہ تعالیٰ نے استفہامِ اقراری سے یہ اعلان فرمایا **أَمَّنْ يُحِبُّ الْمُضطَرَّ إِذَا دَعَاهُ كُونْ** ہے جو حالتِ اضطرار میں مضطرب کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اللہ کو پکارتا ہے۔ لہذا دعا کے قبول ہونے کی ایک شان تو اس آیت میں بیان کی گئی اور دوسرا شان اس حدیث میں ہے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُلِحَّينَ فِي الدُّعَاءِ** (شعب الایمان: باب الرجاء من اللہ تعالیٰ؛ ج ۲ ص ۳۶۲) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں، آگے اسمِ فاعل آرہا ہے جو **الَّذِينَ** کے معنی میں الف لام میں موجود ہے، جو لوگ اپنی دعاوں میں الحاح کرتے ہیں، گڑھاتے ہیں، عبارت یوں ہو جائے گی **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُلْحِقُونَ فِي الدُّعَاءِ**۔ مُلحَّین کس کو کہتے ہیں؟ الحاح، باب افعال سے ہے، اس میں دو ”ح“ ہیں، اس لئے ادغام ہو گیا۔ **الْمُلِحَّينَ** کے معنی ہیں **الَّذِينَ أَكْحُوا فِي الدُّعَاءِ** جو لوگ دعا میں الحاح کرتے ہیں، گڑھاتے ہیں، الحاح معنی اڑ کے مانگنا، گڑھا کر مانگنا جیسے چھوٹے بچے کہتے ہیں ابا ہم ٹافی لیں گے، لیں گے، ابا مجھے ٹافی دو، کتنا ہی اس کو بھگاؤ کہ ٹو! اس وقت میں ضروری کام کر رہا ہوں گروہ نہیں مانتے، کہتے ہیں ہم نہیں جانتے، ہمیں تو ٹافی ضروری ہے۔ ابا کہتے ہیں اس وقت ہم ضروری کام میں مشغول ہیں، اور بیٹا کیا کہتا ہے؟ چھوتا سا بچہ، وہ کہتا ہے آپ کا ضروری کام ہو گا، ہمارا تو ضروری کام ٹافی ہے، ہم کو ٹافی دیجئے، اس کے بغیر ہم ہٹیں گے نہیں۔ جب تین چار دفعوہ ضد کرتا ہے تو باب پھی جان چھڑاتا ہے، کہتا ہے بھی اچھا لے! بھاگ جائیں سے۔

**ساری عمر اللہ سے مانگنے رہیں، وہ کبھی تنگ نہیں ہوتے**

لیکن اللہ کے پاس معاملہ دوسرا ہے، ابا تو جان چھڑانے کے لئے ٹافی دے کر بھگا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ جان نہیں چھڑاتے بلکہ محبت فرماتے ہیں، بندے کی اس ادا سے

اور زیادہ خوش ہو جاتے ہیں۔ جو اڑ کر مانگے کہ ہم تو لے کے رہیں گے، بغیر آپ سے لئے ہوئے ہٹلیں گے نہیں، اگر آپ نہیں دیں گے تو ہمیں کون دے گا؟ آپ ہی تو ہمارے ربا ہیں، اور اکیلے ربا ہیں، ہمارا کوئی دوسرا رب بھی نہیں ہے، یہی تو میری آخری چوکھٹ ہے، آخری دروازہ ہے اور واحد دروازہ ہے، تو ایسے گڑگڑا گڑگڑا کر مانگنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں، اس کو محبوب بنالیتے ہیں۔ لبھیے صاحب، دنیا میں کسی سے مانگنے تو کہتے ہیں کہ بابا معاف کرو، تنگ مت کرو۔ لیکن اللہ سے جو لوگ گڑگڑاتے ہیں، چاہے تمام عمر گڑگڑاتے رہیں، کبھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے کہ بھاگو یہاں سے، تنگ مت کرو۔

### کثرتِ دعا سے کام بنتا ہے

سرورِ عالم ﷺ خبر دے رہے ہیں کہ بار بار گڑگڑا گڑگڑا کے مانگنا، اڑ کے مانگنا کاے اللہ! اگر آپ نہیں دیں گے تو کون دے گا، بس آپ ہمیں دے دیجئے، تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو محبوب فرمائیتے ہیں۔ اس پر میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ نے موڑ سائیکل یا موڑ کار مانگی اور گڑگڑا کر مانگی، یا اپنی اصلاح اور تزکیہ مانگا کہ اے اللہ! میری اصلاح فرمادے، میرا تزکیہ فرمادے، گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق دے دے، یا اپنی صحت مانگی، دنیا یا آخرت کی جس نعمت پر آپ اڑے ہوئے ہیں تو روزانہ دور کعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر تین تین دفعہ مانگئے۔ چوبیس گھنٹے میں کم از کم تین مرتبہ صلوٰۃ حاجت پڑھیے تاکہ کثرت سے مانگنا ثابت ہو جائے کیونکہ عربی میں جمع کا لفظ تین کے لئے آتا ہے۔ امام بن حارث رضی اللہ عنہ بھی پیش میں نایبا ہو گئے تھے، آپ کی والدہ نے آپ کی بیانی کے لئے

اس قدر دعا کی کہ ایک مرتبہ خواب میں حضرت ابراہیم ﷺ کی زیارت ہوئی:

((كَانَتْ أُمّةً مُسْتَجَابَةً الدُّعَوَةَ تُوْفَى أَبْوَهُ وَهُوَ صَغِيرٌ فَنَشَأَ فِي حِجْرٍ

وَالِّدَّتِهِ ثُمَّ عَمِيَ وَقَدْ عَجَزَ الْأَطْبَاءُ عَنْ مُعَاجِبَتِهِ فَرَأَتِ إِبْرَاهِيمَ

الْحَمِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِلًا لَهَا قَدْرَ دَّالُ اللَّهُ عَلَى أَبْنَائِكَ بَصَرَهُ

بِكَرْتُرَةِ دُعَائِكِ لَهُ فَأَصْبَحَ وَقَدْرَ دَّالُ اللَّهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، مقدمۃ المؤلف: ج ۱ ص ۵۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی والدہ سے فرمایا کہ اللہ نے تیرے بیٹے کی بصارت (بینائی) لوٹا دی تیری کثرتِ دعا سے صحیح اٹھ کر دیکھا تو بینائی آچکی تھی۔ معلوم ہوا کہ کثرتِ دعا سے کام بنتا ہے، دو چار دن دعا کر کے چھوڑنا نہیں چاہیے، دعائیں لگر ہو۔ بعض لوگ دو تین دفعہ مانگ کر پھر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں یا مایوس ہو جاتے ہیں کہ تین تین مرتبہ مانگا، دو دور کعت بھی پڑھی، اللہ نے کہاں دیا؟ نعوذ باللہ۔ انبیاء علیہم السلام کی بعض دعائیں چالیس چالیس سال کے بعد قبول ہوئی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر کا ظہور چالیس سال کے بعد ہوا، اور ایک روایت کے مطابق اسی برس کے بعد ہوا۔ (بحوالہ تفسیر جلالین تحت سورۃ یوسف، آیہ ۱۰۰)

**جب کوئی غم، پریشانی، فکر ہو تو اللہ سے فریاد شروع کر دو  
ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کو جب کوئی غم، پریشانی، فکر لاحق ہوتی تھی تو فوراً  
نماز کے لئے ہڑتے ہو جاتے تھے:**

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَةَ أَمْرٍ فَزِعَ إِلَى الصَّلَاةِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ): باب صلوٰۃ الخسوف، ج ۳ ص ۵۳)

مالک سے فریاد نہ کریں گے تو کس سے کریں گے؟ ایسے موقع پر کثرت سے دعا کرو، مایوس نہ ہونا چاہیے۔ کثرت سے دعا مانگنے کا حکم کیوں ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو جس بندے کو ۸۰ سال زندہ رکھنا ہے تو اس کو اسی برس کاروٰٹی، کپڑا، پیسہ سب اکٹھا دے دیتے لیکن نہیں، تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں تاکہ جب ختم ہو تو پھر مجھ سے فریاد کرے، دعا مانگے، جیسے کوئی باپ اپنے بچے کو کہیں تسلیم کے لئے بھیجتا ہے تو چار پانچ سال کا خرچ اکٹھا نہیں دیتا، ہر ماہ دیتا ہے تاکہ جب خرچ ختم ہو جائے تو مجھے خط لکھے کہ ابا! پیسے ختم ہو گئے ہیں اور بھیجو۔ لہذا کیسی ہی پریشانی ہو دعا سے غافل نہیں ہونا چاہیے، دعائیں وہ اثر ہے کہ جہاں اسباب ناکام ہو جاتے ہیں وہاں دعا کام کر جاتی ہے۔ یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ حکم بھی ہیں اور حکیم بھی، وہی جانتے ہیں کہ غم کی آگ سے

ایمان اور اخلاص کے نور میں کیا ترقی ہو رہی ہے اور جنت میں اس صبر کا کیا درجہ ملنے والا ہے جو جاہدہ اختیار کی سے ہرگز نہ مل سکتا تھا۔ پر دلیں کے دن کٹ ہی جاتے ہیں۔ انبیاء ﷺ اور حضرات صحابہ ؓ کے مصائب کو یاد کرے، اس سے تقویت ہوگی۔ اللہ والوں کی صحبت میں حاضری دے اور ان سے اپنے حالات کہہ کر مشورہ لیتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے ضعف و عجز کا فرار کرتے ہوئے عافیت دارین طلب کرتا رہے اور ان کے ارحم الراحمین ہونے کی صفت کو اور حکیم ہونے کی صفت کو بھی خوب سوچے۔

ایک بات اور یاد رہے کہ کبھی چھوٹی مصیبت بڑی مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہوا کرتی ہے، بس یوں کہے کہ اے اللہ! شکر ہے اس سے بڑی مصیبت نہ آئی اور اے اللہ! ہم ضعیف ہیں اس کو بھی اپنی رحمت سے نعمت عافیت سے تبدیل فرمادیجئے۔ علامہ عبدالوهاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی مصیبت آئے تو سمجھو کر ستے چھوٹے کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں آئی۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک شخص جو نپور آرہا تھا اور اس کی عدالت میں پیشی تھی، مقدمہ بازی کے سلسلہ میں آرہا تھا۔ ٹرین میں حضرت کے ساتھ بیٹھا تھا، جب جو نپور ریلوے اسٹیشن پر اترتا تو معلوم ہوا کہ اس کا لوٹا ہی چوری ہو گیا یا کہیں اس نے رکھا اور اٹھانا بھول گیا، لوٹا غائب ہو گیا تو اب وہ سچے غمگین تھا۔ آپ کہیں گے بھتی! الوٹ کا اتنا غم ہوتا ہے، جی ہاں وہاں غربت کے زمانہ میں ایک لوٹے کے گم ہونے کا بھی بڑا غم ہوتا تھا، ایک روپیہ بھی گم ہو جاتا تھا تو آدمی دیر تک سر کھلاتا تھا اور ان اللہ پڑھتا تھا۔ اس کو بہت غم ہو رہا تھا تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایسا علاج کیا کہ وہ بنس پڑا اور لوٹے کا غم بھول گیا۔ وہ کیا علاج کیا؟ حضرت نے اس سے فرمایا کہ میاں! تمہیں لوٹے کا غم ہے، ارے شکر کرو کہ تمہارے عدالتی کا غذاء جو ضروری تھے، وہ گم نہیں ہوئے ورنہ پیشی کے وقت تم بغلیں جھانکتے کہ ہائے میرے ضروری کا غذاء کہاں رہ گئے؟ اور تمہارا مقدمہ خارج ہو جاتا، مقدمہ ہی ہار جاتے۔ شکر کرو کہ ضروری کا غذاء کی جو پولی قم نے کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، وہ کوئی چراک نہیں لے گیا۔

## دعا کی قبولیت کی مختلف صورتیں

**ارشاد فرمایا کہ** یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ دعا تو ہمیشہ قبول ہی قبول ہے لیکن قبولیت کی کئی صورتیں ہیں، اگر ان کا علم نہیں ہوگا تو شیطان مایوس کر دے گا۔

سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُ بِدَعْوَةٍ قَلِيلٌ سِفِيهًا رَثِيمٌ وَلَا قَطْبِيعَةٌ رَحِيمٌ  
إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ إِلَهًا إِحْدَى ثَلَاثٍ إِمَّا أَنْ يُعِجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَإِمَّا  
أَنْ يَدَعَ هَالَّهَ فِي الْأَخْرَقَةِ وَإِمَّا أَنْ يَضْرِبَ فَعَنْهُ مِنَ السُّوءِ  
مِثْلَهَا قَالُوا إِذَا نُكْثِرُ قَالَ اللَّهُ أَكْثُرُ۔ (رواہ احمد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیسی)، کتاب الدعوات، ص ۱۹۶)

مسلمان کی کوئی دعا ایسی نہیں کہ جو قبول نہ ہوتی ہو مگر قبولیت کی کئی صورتیں ہیں،

**نمبر ۱** - دعا کی قبولیت کی پہلی صورت یہ ہے کہ بنده جو دعاء مانگے، اللہ تعالیٰ وہی چیز اس کو دے دیں، **نمبر ۲** - لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم جو چیز مانگ رہے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہمارے لئے خیر نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو آخرت میں ذخیرہ کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہماری جو دعا کسیں دنیا میں قبول نہیں ہو سکیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر اتنا زیادہ اجر عطا کریں گے، ان کا اتنا زیادہ بدله دیں گے کہ مومن یہ کہے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول ہی نہ ہوتی، لہذا دوسری صورت دعا کی قبولیت کی یہ ہے کہ اس کااجر آخرت میں ملے گا۔ **نمبر ۳** - یا پھر اس دعا کے بدله میں اللہ تعالیٰ اس سے کوئی مصیبت دور کر دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ بھی درجات بلند کرنے کے لئے بھی دعا کی قبولیت میں دیر ہوتی ہے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے جب یہ سنا کہ دعا کی قبولیت کی اتنی اتنی صورتیں ہیں تو انہوں نے عرض کیا: **إِذَا نُكْثِرُ** یعنی پھر تو ہم دعا میں خوب کثرت کریں گے، سید الانبیاء ﷺ نے اس پر فرمایا: **أَللَّهُ أَكْثُرُ**، اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے، اس کے خزانے لا محدود ہیں۔

## ڈاکٹر اگر مایوس کرتے تو بھی اللہ سے نا امید مت ہو

دوسٹو! تمام خزانوں کا مالک اللہ ہے: وَبِلِهٖ خَزَائِنُ السَّمْوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

مگر اپنے خزانوں سے بے نیاز ہے، وہ خزانے اپنے بندوں کے لئے بنائے ہیں، ہمارے مانگنے میں کمی ہے۔ حکیم الامت جعفر اللہ فرماتے ہیں کہ میری کوئی دعا ایسی نہیں جو قبول نہ ہوئی ہو، جو قبول نہیں ہوئی تو میرے مانگنے ہی میں کمی تھی۔ مانگنے کا بھی ڈھنگ ہوتا ہے، درد بھرے دل اور اشکلبار آنکھوں سے مانگنے سے کام بنتا ہے۔ آج سے بہت برس پہلے ایک شخص نے کہا کہ میرے مرض کے لئے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ اچھا نہیں ہوگا، میں نے اس سے کہا کہ ڈاکٹر نے تمہیں مایوس کیا ہے، مخلوق نے مایوس کیا ہے، خالق نے تو مایوس نہیں کیا، تم روزانہ تین مرتبہ دو دور کعات صلوٰۃ الحاجت پڑھو اور اللہ سے گڑگڑا کر مانگو۔ بس جناب! اس نے خوب مانگا، سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیا، کچھ مہینے بعد ہنستا ہوا آیا کہ میری بیماری بغیر کسی دوا کے اچھی ہو گئی۔ یہی حال روحانی بیماری کا بھی ہے، اگر کسی کا دس میں سال سے بزرگوں کے پاس آنا جانا ہے، مگر پھر بھی بعضوں کو گناہ کی ایسی عادت ہے کہ بار بار ان کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے، شیطان کہتا ہے کہ میاں! خانقاہوں میں آتے جاتے، اللہ والوں سے ملتے جلتے، توبہ کرتے ہوئے میں سال ہو گئے لیکن پھر بھی تمہارا حال خراب ہے، لہذا خانقاہوں میں جانے کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا علاج بھی وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رو، بزرگوں کے مشورے پر عمل کرتے رہو، دو دور کعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن ان کا کرم آئے گا، اور جب ان کا کرم آئے گا تو پھر آپ دیکھیں گے کہ گلستان است گلستان است گلستان۔

## لرزادینے والے مصائب میں حکمتِ الہیہ کی مثال

**ارشاد فرمایا کہ** بعض وقت اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ایسی را ہوں سے پیار دیتے ہیں جو بظاہر بہت خونریز نظر آتی ہیں، بعض اوقات ایسے مصائب آتے ہیں کہ دل لرز جاتا ہے کہ اس مصیبت کا کیا انجام ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کسی مصیبت کو

رائیگاں نہیں جانے دیتے بشرطیکہ ان سے رجوع رہے، اللہ سے مانگنا نہ چھوڑے، چاہے مرجائے مگر آخری سانس تک اللہ سے لپٹا رہے۔ دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام پر کیا کیا مصائب اور پریشانیاں آئیں، کنویں میں ڈالے گئے، غلام بنائے گئے، پھر کتنا عرصہ قید خانے میں گزارنا پڑا لیکن ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ سے مشرف رہے۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام پر کتنا غم آیا کہ روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، وَابْيَضَّتْ عَيْنَهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (سورہ یوسف: آیت ۸۳)۔ حضرت یوسف علیہ السلام میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر کنویں میں تھے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتایا نہیں گیا۔ خداد کیھر ہاتھا کغم سے میرے نبی کی آنکھیں سفید ہو رہی ہیں لیکن کبھی تربیت کے لئے، میکملِ محبت کے لئے، اصلاحِ نفس کے لئے اور درجات کی بلندی کے لئے غم بھی پہنچانا ضروری ہوتا ہے، یہاں بھی درجات کی بلندی مقصود تھی کیونکہ وہ نبی تھے۔ جب تک اللہ نے چاہا کہ ان کو غم سے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیں، اس وقت تک حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی اجازت نہیں تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتاتے کہ یوسف علیہ السلام قید خانے میں ہیں۔

### حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم یوسف علیہ السلام کی حکمت

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں جو روتے روتے سفید ہو گئیں تو یہ قالب کا غم تھا، فَهُوَ كَظِيمٌ اور آپ اندر گھست رہے تھے، یہ قلب کا غم تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ظاہری غم بھی دیا اور باطنی غم بھی دیا تاکہ تمام دنیا کو پتا چل جائے کہ اللہ کے عاشقوں کا یہ حال ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی تاریخِ عشق بیان فرمารہے ہیں کہ میرے عاشقوں کے ساتھ قلبًا اور قالباً ایسا ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پیارے اور پیغبر تھے پھر بھی ان پر غم آیا لہذا اگر کبھی غم آئے تو یہ مت سمجھو کہ ہم اللہ کے پیارے نہیں ہیں، اگر اللہ کے یہاں ہمارا کوئی درجہ ہوتا تو ہم پر غم نہ آتا۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کا درجہ نہیں تھا؟ کیا وہ پیغبر نہیں تھے؟ لہذا جب غم آئے تو یہ وسوسہ بھی مت لاو، یہ سمجھو کہ ہم پیارے ہیں لیکن ہمیں کوئی بڑا درجہ دینا ہے، اس غم سے اس کا توازن قائم کرنا ہے۔ اس کی

دلیل وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے (سورہ انشراح: آیت ۲) کہ وہاں آنکھض ظہر ک پہلے آیا ہے، پہلے آپ ﷺ کو اتنا غم دیا گیا کہ آپ کی کمرٹوئی ہوئی تھی لیکن پھر اللہ نے اس غم کو ہٹالیا کیونکہ اب غم دینے کی ضرورت نہیں رہی، صلاحیت پیدا ہو گئی، وَرَفَعْنَا کے تحمل کا جب آپ کو مقامِ نصیب ہو گیا تو وَوَضَعْنَا عطا ہو گیا یعنی اللہ نے غم کو ہٹالیا۔ بتاؤ بھی! جب بریانی پک جائے تو کیا اس وقت بھی چوہے میں لکڑی ڈالتے ہو، آگ جلاتے ہو؟ اگر ایسا کرو گے تو بریانی جل جائے گی لہذا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون حسکیم ہو گا۔ وہ اسی کو غم دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اسی کو غم بھی دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں

### مرض جسمانی و روحانی دونوں میں مالیوں نہیں ہونا چاہیے

لہذا اگر دعا باظا ہر قبول نہ ہو تو بھی اللہ سے مانگتا رہے، دعا مانگنا خود، بہت بڑا انعام ہے، دعا مانگے جائے اور قبولیت کی امید رکھے، ان شاء اللہ! مصیبیت مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ قبول تو فوراً فرمائیتے ہیں ظہور دیر سے کرتے ہیں، یہاں کی حکمت ہے۔ جیسے ابا سے کوئی آٹھ سال کا بچہ کار مانگنے لگے تو باپ کہتا ہے ابھی ایکسٹینٹ کر دو گے؟ انتظار کرو، جب ہم دیکھیں گے کہ تم بڑے ہو گئے، تمہاری صحت خوب اچھی ہو گئی، پھر ہم تمہیں کارو دے دیں گے۔ تو قبول تو اسی وقت کر لیا لیکن جلد دینے سے ابا نے دیر کی، تو کیا ابا نے ظلم کیا؟ بیٹے کی مصلحت دیکھی کہ بیٹا ابھی اپنی نعمت کی حفاظت پر قدرت نہیں رکھتا، اس لئے نعمت دینے میں دیر کی۔ تو کبھی ہم نعمت کی حفاظت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، تو اللہ تعالیٰ بھی قبول تو فوراً کر لیتے ہیں مگر ظہور دیر سے کرتے ہیں، اس سے کھرا نہیں چاہیے، اور ساتھ ساتھ ایک انعام اور بھی ملتا ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اشکبار آنکھوں سے کہتا ہے یا اللہ! یا اللہ! یا خدا! تو یہ ادا اور یہ الفاظ اللہ کو بہت پسند آتے ہیں۔

|                       |                         |
|-----------------------|-------------------------|
| بندہ مومن تضرع می کند | او نی داند بجز تو مستند |
|-----------------------|-------------------------|

فرشته عرض کرتے ہیں کہاے خدا! ایک مومن بندہ آپ سے گڑگڑا رہا ہے، آپ کے سوا

کسی کو اپنا خدا بھی نہیں سمجھتا، مشکل کشا بھی نہیں جانتا، آپ ہی کو خدا سمجھتا ہے، آپ ہی اس کا سہارا ہیں، تو آپ جلدی کیوں نہیں قبول کر لیتے؟ تو اللہ تعالیٰ کے جواب کو مولانا رومی حَفَظَ اللَّهُ عَنِّي اپنے عاشقانہ انداز میں یوں فرماتے ہیں۔

|  |   |
|--|---|
| خوش ہمی آید مرآ آواز او<br>گوتصرع کن کہ ایں اعزاز اوست | وال خدایا گفتن و آں راز او<br>نالہ مومن ہمیں داریم دوست |
|--|---|

کہ اے فرشتو! میں اس مومن بندے کو ذلیل اور حقییر سمجھ کر دعا کی قبولیت میں دیر نہیں کر رہا ہوں، اس کی دعا، اس کے آہونا لے، اس کے آنسو مجھے بہت پسند ہیں، میں نے قبول تو کر لیا لیکن اگر اس کو پتا چل گیا کہ دعا قبول ہو گئی تو یغفلت میں بتلا ہو جائے گا، اس کی یہ حاجت اور پریشانی غفلت سے اس کو پکڑ کر میری چوکھ پر لائی ہے۔ قبول تو کر لیا، اگر ظہور بھی کر دیا تو چوکڑی مار کر بھاگ جائے گا۔ جس طرح باپ اپنے بچوں کی تمام آرزو نہیں بیک وقت پوری نہیں کرتا، رفتہ رفتہ کرتا ہے، آج ایک آرزو پوری کر کے پھر انتظار کرتا ہے کہ بچا اپنے نئے نئے ہاتھ پھیلایا کر ہم سے مانگے۔ بچے کا اس طرح بار بار سوال کرنا باپ کو اچھا لگتا ہے، اس کو مزہ آتا ہے جب بچا اپنی احتیاج لے کر ابا ابا کہتا ہوا دوڑا آتا ہے اور نئے نئے ہاتھ پھیلایا کر کہتا ہے کہ ابا پیسہ دے دو، اسی طرح حق تعالیٰ کی رحمت کو بھی یا اچھا لگتا ہے کہ ان کے بندے بار بار ان کے سامنے ہاتھ پھیلایا کر اپنی احتیاج پیش کرتے رہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ ایسا قبول کرتے ہیں کہ بندے کو معلوم نہ ہو، جیسے ابا بیٹے کو تو نہیں مگر اپنے دوستوں کو بتا دیتا ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کے لئے موڑ کا ارادہ کر لیا ہے لیکن ابھی بیٹے کو مت بتانا۔

### اللہ کے عاشق دعا میں اللہ سے گفتگو کا لطف لیتے ہیں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُذْعُونِي مجھ سے مانگو اُسْتَجِبْ لَكُمْ میں ضرور قبول کروں گا۔ وعدہ ہے، کس کا وعدہ ہے؟ اللہ کا۔ بس سوچ لو کہ وعدہ بھی کس کا ہے! اور اگر مضطرب ہو کر، تڑپتے ہوئے دل سے مانگو گے تو پھر کچھ پوچھو مت، اُسی

دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ ایک چیز نقد اسی وقت مل جاتی ہے کہ گڑگڑا کر مانگنے سے تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جاتے ہو، قبولیت دعا اگرچہ بعد میں ہو، جیسے موڑ مانگی، مکان مانگا، صحت مانگی، وہ چاہے دس سال کے بعد ملے، اللہ کے محبوب تو اسی وقت بن گئے۔ ایک نوجوان شادی کے لئے دعاء ملک رہا ہو کہ یا اللہ! نیک بیوی دے جو صورت کی بھی اچھی ہو تاکہ نظر بچانا آسان ہو، اب چاہے اس کی شادی پانچ سال کے بعد ہو، لیکن گڑگڑا نے سے وہ اللہ کا محبوب ہو گیا، اللہ کی محبت مل جانا کیا کم انعام ہے؟ مولا ناروی رض فرماتے ہیں۔

### از دعا نبود مرادِ عاشقان

جز سخن گفتُن با آں شیریں دہاں

دعا سے عاشقوں کی مراد کیا ہوتی ہے؟ اپنے محبوب اللہ میاں سے باتیں کرنے کا موقع مل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا، گفتگو کا موقع مل جاتا ہے۔

### دعا کا قرب نفلی عبادات کے قرب سے بڑھ کر ہے

جو قرب دعائیں ملتا ہے، اتنا قرب نفل میں نہیں ملتا، نفل میں وسو سے آجاتے ہیں، تلاوت میں وسو سے آجاتے ہیں، مراقبہ کے ہوئے ہے اور دل کھیں کاروبار میں پہنچ گیا لیکن جب گڑگڑا کر کوئی دعا مانگتا ہے، اس وقت آنسو بہرہ ہے ہوں، کوئی پریشانی ہو، کوئی غم ہو، چاہے اللہ کے عشق ہی کی پریشانی ہو کہ یا اللہ! ہمیں اتنے دن ہو گئے ہیں، ابھی تک گناہ نہیں چھوٹ رہے ہیں، رحم کر دیجئے، اور جب بال سفید ہو گئے تو اور بھی پریشانی بڑھ گئی کہ یا اللہ! اپنے بوڑھے بندے کے سفید بالوں پر رحم کر دیجئے۔ جب انسان خدا کی راہ میں منت کرتے کرتے اور کبھی کبھی خطائیں ہوتے ہوتے بذہا ہو جائے تب اللہ سے یوں کہو کہ اے اللہ! اب ہم بوڑھے ہو گئے، بال سفید ہو گئے، اب اس پر آپ خصوصی رحم کیجئے، جیسے دنیا کے مالکان کو اپنے بوڑھے نوکروں پر رحم آتا ہے اور ذلت و خواری اور پٹائی کے اسباب سے رحمت کی وجہ سے اس کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہیں کہ میرا بوڑھا نو کر ہے، بچپن سے یہاں بوڑھا ہوا ہے، تو آپ بھی ارحم الراحمین ہیں، دنیا کے

مالکان کی رحمت کے خالق ہی آپ ہیں، لہذا آپ از راہ ترحم اپنے فرشتوں کو مقرر کر دیجئے  
کہ اگر ہم خطا کرنا بھی چاہیں تو وہ ہمارے کان پکڑ لیں۔

## اللہ سے مصیبت اور معصیت دونوں سے حفاظت مانگئے

لہذا اللہ سے مانگنا شروع کردو، اللہ سے رونا شروع کردو، کم سے کم تین مرتبہ  
صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ سے مانگو، گڑھ کر مانگو، دنیا اور آخرت مانگو، دونوں جہان مانگو۔  
لیکن جتنا ہم مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہیں، اگر کسی کو خدا نخواستہ بی ہو جائے، گردے میں  
پتھری ہو جائے اور ڈاکٹروں نے اس کو کہا کہ کل تمہارا آپریشن کرنا پڑے گا، پیٹ پھاڑا  
جائے گا، گردے سے پتھری نکالی جائے گی، فرض کر لیجیے کہ وہ یہاں آیا بھی ہوا ہے، تو  
آن دن بھروسہ کتنی دعائیں گا اور دوسروں سے کس قدر دعا مانگیں کرائے گا۔

توجہ مانی مصیبت سے جس طرح رورو کے دعا مانگتے ہو کہ اے اللہ!  
میرا پیٹ نہ پھاڑا جائے، بغیر آپریشن پتھری نکال دیجئے۔ اگر دو غندے چھرا لئے ہوئے  
آپ کو جان سے مارنے کے لئے ڈرار ہے ہوں اور آپ سمجھ گئے کہ آج ان سے نیچے نہیں  
سلکیں گے، اتنے میں کوئی جانے والا مہربان دوست نظر آیا، اور وہ ان غندوں سے بھی  
زیادہ طاقت والا ہے تو آپ آ کر اس سے لپٹ جائیں گے اور کہیں گے کہ مجھے ان  
غندوں سے بچاؤ اور رونے لگیں گے کہ اگر مزید راسی دیر کر دی تو یہ مجھے مار دیں گے،  
اب آپ مہربانی میں دیر نہ کیجئے۔ تو جن لوگوں کو نفس و شیطان بار بار گناہ کر رہا ہے، دو دو  
غندے ان کو قتل کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، وہ کیوں نہیں اللہ سے رورو کر اپنی  
حفاظت کے لئے فریاد کرتے؟

## عافیت کے بارے میں ایک غلط فہمی کی اصلاح

دوستو! گناہ کرنا یہ قتل سے زیادہ خطرناک ہے، مصیبت سے زیادہ معصیت  
خطرناک چیز ہے کیونکہ مصیبت پر تو آجر کا وعدہ ہے اور معصیت پر اللہ کا غضب  
برس رہا ہے، خدا اپنے سے دور کر رہا ہے، اس کے غضب اور قهر کا سامان ہو رہا ہے۔

الہذا دونوں سے پناہ مانگو، مصیبت سے بھی اور معصیت سے بھی، تمام بزرگوں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ہے عافیت کی شریع جو ملا علی قاری رض نے مشکوہ کی شرح میں کی ہے:

**((الْسَّلَامَةُ فِي الدِّينِ وَفِي الْفِتْنَةِ وَفِي الْبَدْنِ مِنْ سَيِّعِ الْأَسْقَامِ وَشَدَّدَةُ الْعِحْنَةِ))** (مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب جامع الدعا؛ ج ۵ ص ۳۹۶) عافیت اس کا نام ہے کہ ہمارا دین فتنے سے محفوظ ہو، عقائد کا فتنہ، اعمال کا فتنہ، بدعت کا فتنہ، اور ہر قسم کی نافرمانی سے، چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے ہم کو حفاظت نصیب ہو، اور ہمارا جسم بھری بھری بیماریوں سے مثلاً فانج، لقوہ، کینسر سے محفوظ رہے، اور مشقت والی زندگی سے بھی اللہ بچائے۔ آج کہتے ہیں صاحب! عافیت دارین کے لئے دعا کر دیجئے، اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ مال دار ہو جائیں، سب بیوی بچے صحت مندر ہیں اور گھر میں گناہ ہوتے رہیں، ٹوی چلتا رہے، کہتے ہیں صاحب! آج کل بڑی عافیت ہے۔ کسی نے پوچھا کہ گھر پر سب عافیت ہے نا؟ تو کہتے ہیں بڑی عافیت ہے، ٹوی بھی ہے، ریڈ یو بھی ہے، وڈ یو بھی ہے، بینک بیلنس بھی ہے، اور شامی کباب بھی ہیں اور بعد میں اس کو ہضم کرنے کے لئے سیون اپ کی بولیں بھی فریخ میں بھری ہوئی ہیں، اور کیا کہنے ہیں، ہر قسم کی فلمیں ہمارے پاس ہیں۔ یہ کیا ہے؟ اس کا نام عافیت رکھا ہوا ہے۔ گھر میں جگہ جگہ تصویریں لگا کر بھی ہیں، تصویریں دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب مصور کو ہو گا۔ ٹخنے دیکھو تو پاجام، پینٹ گھستی جارہی ہے، ٹخنے چھپا رکھا ہے جبکہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔ ان چیزوں کی پرواہ نہیں ہے، ناق گانے ہو رہے ہیں، بے پردگی ہو رہی ہے، جس مرد کو دیکھو منہ اٹھائے بیوی صاحب کو دیکھنے چلا آ رہا ہے، خود اپنی سماں سے پردہ نہیں کر رہے، اس سے نظر بازی کر رہے ہیں۔

تو مصیبت سے جتنا اہتمام کے ساتھ دعا مانگتے ہیں کہ اے خدا! ہمارے گھر میں کوئی مصیبت نہ آئے، کسی کو کینسر نہ ہو، کسی کو پھیپھڑے میں زخم نہ ہو، کسی کو گردے میں پھسری نہ آئے، کسی کو کوئی بیماری نہ آئے، تو اتنے ہی زیادہ اہتمام سے یہ دعا کریں کہ

اے خدا! آپ کی نافرمانی اور مصیت بھی نہ آئے، ہمارے بچے سر سے پیر تک سنت کے  
قیع ہوں، ہماری بیویاں سر سے پیر تک سنت کی اتنا عکریں، ہمارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی  
نافرمانی کی لعنت نہ آنے پائے۔ اس پر آپ لوگ محنت کریں اور جن صاحب کو کچھ مشکلات  
پیش آئیں، ان کے بیوی بچے اگر مزاحمت کریں تو وہ اختر سے مشورہ لیں، ان شاء اللہ!  
اپنے بزرگوں کی باتیں ان کو بتاؤں گا، کچھ مشکل ہوگی اپنے بڑوں سے بھی استفادہ کروں گا۔

### تدبیر سے پہلے دعا کرنے سے جلد کام بنتا ہے

**ارشاد فرمایا کہ** ایک کھونڈ دیوار میں گھس رہا تھا تو دیوار نے کہا اے کھونٹے!  
میرے اندر مت گھس، تو اتنی رفتار سے گھس رہا ہے کہ میرا لکھجہ پھٹا جا رہا ہے، سامنہ دان  
بتا رہے ہیں کہ ۲۰۰ مریل کی رفتار سے کھونٹا گھس رہا ہے اور اس کا یہ سائز ہے، تو کھونٹا ہنسا  
اور اس نے دیوار سے کہا۔

قَالَ الْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تُشْقِّنِي  
قَالَ الْوَتَدُ سَلْ مَنْ يَدْقُنِي

اے دیوار! میری خوشامد مت کر، سامنے دنوں کی تحقیق سے کچھ کام نہیں چلے گا، جو مجھ کو  
ٹھونک رہا ہے اس کو راضی کر لے، اگر بڑھی مجھ پر ہتھوڑا نہیں مارے گا تو میں ایک اعشاریہ،  
ایک بال برابر بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، بس تو بڑھی کو راضی کر لے۔ جب بگلہ دلیش میں  
طوفان آیا تو سامنے دنوں نے پہلے ہی اس کا اعلان کر دیا تھا مگر اس کے باوجود آلات و  
مشین کے ساتھ سامنے دان بھی غرق ہو گئے۔ جب طوفان آتا تھا تو نجاح اکبر اللہ آبادی یہ  
شعر پڑھا کرتے تھے۔

جہاں طوفان میں پھنس کر سفینہ ڈگمگاتا ہے  
وہیں قدرِ خدا و ناخدا معلوم ہوتی ہے  
اللہ کی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے۔ لہذا جب بلا نکیں آئیں، مصیبت آئے تو جلدی سے  
ڈاکٹر کے پاس مت بھاگو، پہلے اللہ سے چکے سے دعاماً نگ لو۔ علامہ عبدالواہب شعرانی رض

فرماتے ہیں کہ جب کوئی مصیبت یا غم آئے تو فوراً تدبیر نہ کرو اور نہ ہی تدبیر کے متعلق سوچو، اگر تدبیر کا خیال بھی آئے تو استغفار کرو، سب سے پہلے اپنے اللہ سے کہہ لو، فوراً مخلوق کے پاس مت جاؤ، یہ ایک منٹ کا کام ہے کیونکہ خدا ہر وقت دعا کو سنتا ہے۔ اللہ سے سجدے میں دعا کرو یا ہاتھ اٹھا کر دعا کرو کہ یا اللہ! میں ڈاکٹر کے یہاں جا رہا ہوں، اس کے دل میں صحیح دوا ڈال دے، ڈاکٹر کی کھوپڑی میں کوئی اسکر و ڈھیلانہ ہونے پائے، کوئی غلط دوانہ لکھ دے اور اس دوا کو حکم دے دے کہ وہ مجھے شفادے دے، وہ تیری مخلوق ہے، تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ مگر آج ہم صرف ڈاکٹر کے پیچھے بھاگے چلے جاتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کس کے اختیار میں ہے۔ الہذا پہلے اپنی تمام قوتوں کی اور اپنی تمام تدبیر کی نفی کر دو کہ: **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، أَنْهَى اللَّهُ مِيرَے اندرونی قوت** نہیں ہے، نہ میری تدبیر میں کوئی دم ہے، اصلی قوت آپ کی ہے، اگر آپ اپنی مدد میرے ساتھ شامل کر دیں تو میری یہ مصیبت دور ہو جائے گی، اس کے بعد تدبیر کرے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی دعا رنہیں ہوتی، کیونکہ اللہ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ مجھ پر کتنا بھروسہ رکھتا ہے، اگرچہ یہ پہلے ہی تدبیر کر سکتا تھا لیکن اس نے نہ اپنا غم کسی سے ظاہر کیا، نہ کوئی تدبیر کی، بلکہ میرے پاس آ کر مجھ سے اپنا غم کہہ رہا ہے، یہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی کار ساز نہیں ہے۔ پس اللہ کی رحمت کو جوش آتا ہے، جو شخص اپنی قوت کی نفی کرتا ہے، پھر اللہ اپنی قوت دکھاتا ہے اور اپنی مدد ظاہر فرماتا ہے۔

### دعانازل شدہ اور آنے والی بلا وں کو دور کرتی ہے

**ارشاد فرمایا کہ** حدیث شریف میں آتا ہے کہ دعا ہر حال میں مفید ہے:

((إِنَّ اللَّهَ عَاءَ يَنْفَعُ هَنَّا نَزَلَ وَهَنَّا الْمَيْذَلُ))

(مشکوٰۃ المصایح: (قدیسی)، کتاب الدعوات، ص ۱۹۵)

اس بلا کے لئے بھی مفید ہے جونازل ہو چکی اور اس کے لئے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی مگر آنے والی ہے، نازل شدہ بلا کے لئے بھی مفید ہے اور قضاۓ متعلق جو ابھی

نازل نہیں ہوئی، آنے والی ہے، اگلے مہینہ آنے والی ہے یا اگلے سال آنے والی ہے، اس کے لئے بھی دعا کرو کہ اے خدا! آپ نے جو بلاں میرے لئے آئندہ لکھی ہیں، آپ اپنی رحمت سے اپنے نبی کے وعدہ کے مطابق اس دعا کی برکت سے ہم کو ان بلاوں سے محفوظ رکھئے، تو دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان بلاوں کو بھی دور کر دیتے ہیں جو انہی نازل نہیں ہوئی ہیں۔ اب ایک تیسری قضاۓ ہے مبرم، قطعی، وہ ضرور آئے گی، وہ مومن کے رفع درجات کے لئے ہوتی ہے۔

یہاں ملا علی قاری حَفَظَ اللَّهُ عَنِّي نے ایک اشکال قائم کیا کہ قضاۓ مبرم یعنی جو قطعی فیصلہ ہیں اگر وہ دعا سے بھی نہیں بدلتے تو پھر دعا کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ دعا مانگنے پر بھی وہ تو آکر ہی رہے گی تو فرماتے ہیں کہ دعا وہاں بھی کرنی چاہیے کیونکہ آپ کو کیا خبر کہ یہ قطعی ہے؟ مبرم ہے یا غیر مبرم؟ ہو سکتا ہے یہ بھی بدلنے والی ہو، آپ کو کیا کوئی وجہ آئی ہے؟ کیا حضرت جبریل عَلَيْهِ السَّلَامُ آئے ہیں کہ یہ قضاۓ مبرم ہے؟ ہو سکتا ہے یہ معلق ہو، لہذا دعا کی سنت پھر بھی ادا کرو۔

### دعا کی ایک خاص برکت کہ مصائب لذیذ ہو جاتے ہیں

اس کے بعد ملا علی قاری حَفَظَ اللَّهُ عَنِّي فرماتے ہیں کہ دعا کی برکت سے یہ قضاۓ مبرم یعنی نہ ٹلنے والی قضاۓ بھی جو ہمارے درجات کی ترقی کے لئے آ رہی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ لذیذ کر دی جاتی ہے:

(بَلْ يَتَلَذَّذِ الْبَلَاءُ كَمَا يَتَلَذَّذُ أَهْلُ الدُّنْيَا بِالنَّعْمَاءِ)

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الدعوات، ج ۵ ص ۲۲)

دعا کی برکت سے اس قضاۓ کی تکلیف کو اللہ تعالیٰ ایسا لذیذ کر دیتے ہیں جیسا اہل دنیا نعمتوں کو کھاتے ہیں، اس طرح سے اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو لذیذ کر دیں گے یعنی اس کو پریشانی نہیں رہے گی، وہ بلا بلانہیں رہے گی، دعا کی برکت سے بلوہ کو اللہ میاں حلوہ بنادیں گے جیسا کہ حضرت ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَامُ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس

آگ کو گزار بنا دیا۔ حالانکہ وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آس پاس کی ہر چیز کو جلا رہی تھی جتنی کہ ان رسیوں کو بھی جلا دیا جن میں آپ کو باندھ کر آگ میں ڈالا گیا تھا:

((وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ سَيْنَعَةً أَيَّامٍ وَقَالَ  
مَا كُنْتُ أَيَّامًا قَطُّ أَنْعَمَ مِنِّي مِنَ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتُ فِي النَّارِ))

(تفسیر المظہری: (رشیدیہ)؛ سورۃ الانبیاء، ج ۲ ص ۳۸۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اسات روز تک اس آگ میں رہے اور فرمایا کہ مجھے عمر بھر کبھی ایسی راحت نہیں ملی جیسی اس آگ میں ملی تھی۔

### دعائے مانگنے عبادت ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ:

((وَقَالَ رَبُّكُمْ اذْعُونَنَا أَسْتَجِبْ لَكُمْ)). مشکوہ: ص ۱۹۲

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دعا عبادت ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ((وَقَالَ رَبُّكُمْ اذْعُونَنَا أَسْتَجِبْ لَكُمْ))

### دعائے مانگنے والے سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے

اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَهُ يَسْأَلُ اللَّهَ يَغْضَبُ عَلَيْهِ۔

مشکوہ: (ص ۱۹۵) کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے

بندے کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَعْجِي مِنْ عَبْدِهِ

إِذَا رَفَعَ يَدِيهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرِدَّهُمَا صِرْفًا۔ مشکوہ: ص ۱۹۵

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق! تمہارا پرو ر دگار بڑا حسیا منداور

کریم ہے، اپنے بندے سے حسیا کرتا ہے جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو

اٹھاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹادے

بیمار مسلمان کو اس کی صحت کی عبادت کا ثواب ملتا ہے  
 وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا ابْتَلَنِي الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِي جَسِيدِهِ قِيلَ  
 لِلْمَلِكِ أَكُشْبَلَةَ صَاحِبَ الْعَمَلِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ فَإِنْ شَفَاهُ  
 غَسَّلَهُ وَظَهَرَهُ وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَرَجَمَهُ۔ مشکوہ: ص ۳۶

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان بندے کو جسمانی بیماری پہنچتی ہے  
 (یا بتلا کر دیا جاتا ہے) تو نیکی لکھنے والے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کے وہ نیک اعمال  
 لکھتا رہ جو یہ صحت کی حالت میں کرتا تھا، اگر اللہ نے شفادے دی تو اللہ تعالیٰ اس کو  
 دھوڈیتا ہے اور گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کو موت دے دیتا ہے تو  
 اس کو بخش دیتا ہے اور حرم فرماتا ہے

بیمار مسلمان کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھپڑتے ہیں

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرِيضٍ فَمَا سُواهُ إِلَّا  
 كَحَطَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ سَيِّعَاتِهِ كَمَا تَحَطُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔ مشکوہ: ص ۳۷

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے  
 اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسا جھاڑ دیتا (مٹادیتا) ہے جیسا کہ درخت کے پتے گرتے ہیں

بیمار کی دعا مثل فرشتوں کی دعا کے ہے

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مَرِيضٍ فَمُرْهُهُ يَدْعُوكَ  
 فَإِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلِئَكَةِ۔ مشکوہ: ص ۳۸

اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو تم  
 اس کو پنے لئے دعا کا کہو کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے

مصالح سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَزَأِ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ أَوِ الْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَ

مَالِهِ وَوَلِيْهِ حَتَّىٰ يَلْقَى اللَّهَ تَعَالَىٰ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ۔ مشکوٰۃ: ص ۱۳۶

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مرد ہو یا عورت ہو، اس کی ذات کو، اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو ہمیشہ تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ وہ مرنے کے بعد اللہ سے ملاقات کرتا ہے اس حال میں کہ اس پر کوئی خطا نہیں ہوتی (آزمائشوں کی وجہ سے اس کی تمام خطا کیمیں معاف کردی جاتی ہیں)

**چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو**

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِيَسْأَلَ أَحَدُ كُمْرَبَةِ حَاجَةَ كُلَّهَا حَتَّىٰ  
يَسْأَلَهُ شِسْعَعَ تَعْلِيهِ إِذَا انْقَطَعَ۔ مشکوٰۃ: ص ۱۹۵

اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی ساری حاجتوں کا سوال اپنے پروردگار سے کرے، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگے

**بے تو جہی سے مانگی گئی دعا کی مثال**

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ دعا توجہ سے مانگے، بے تو جہی سے مانگی گئی دعا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی حاکم کو اپنی درخواست پیش کرے اس طور پر کہ حاکم کی طرف پیش کرے اور اپنا منہ اپنے کسی دوست کی طرف کر لے، اور عرضی پڑھنا شروع کرے، دو جملہ پڑھ کر دوست سے ہنسی مذاق کرنے لگے، پھر دو جملہ پڑھے۔ ایسی دعا کس طرح قبول ہو گی بلکہ الٹا یہ شخص سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

**مال حرام کی خوست سے دعا نہیں قبول نہیں ہوتیں**

((ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشَعَّثَ  
أَغْبَرَ يَمْدُدُ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَأْرِبُ يَأْرِبُ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرُبُهُ حَرَامٌ  
وَمَلْبَسَهُ حَرَامٌ وَغُذَيْهِ بِالْحَرَامِ فَإِنِّي يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ))

(صحیح مسلم: (قدیمی): باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، ج ۱ ص ۳۲۶)

حدیث شریف میں ہے کہ بعض لوگ گڑگڑا گڑگڑا کے دعا مانگتے ہیں لیکن ان کا کھانا حرام کا ہوتا ہے، ان کا لباس حرام کا ہوتا ہے، اس لئے ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

### تحقیقِ خیر و شر حکمت سے خالی نہیں

**ارشاد فرمایا کہ** اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں، وہ خالقِ خیر و شر ہے، جس طرح تحقیقِ خیر حکمت سے خالی نہیں، اسی طرح تحقیقِ شر بھی حکمت سے خالی نہیں مثلاً ظلمت سے نور کی، کفر سے ایمان کی معرفت ہوتی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کی طرف سوءے کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ اسی کو مولا ناروی عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں۔

کفر ہم نسبت بہ خالقِ حکمت است

چوں بہ ما نسبت کی کفر، آفت است

کفر کو پیدا کرنا اللہ پاک کی عین حکمت ہے لیکن جب کفر کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے اور بندہ اس کو اختیار کرتا ہے تو کفر اس کے لئے آفت و بد نصیبی و شقاوت ہے۔ معلوم ہوا کہ جزا اور سزا کسب پر ہے۔ جو ایمان کو سب کرتا ہے اچھی جزا پاتا ہے اور جو کفر کا مرتكب ہوتا ہے سزا پاتا ہے۔ اس کی مثال میرے شیخ شاہ ابرار الحنفی صاحب دامت برکاتہم نے عجیب دی کہ جیسے حکومت نے بھلی بنائی اور بتادیا کہ فلاں فلاں سونچ کو دبنا لیکن فلاں سونچ کو نہ دبانا، پھر اگر کوئی منو مص سونچ کو دبانتا ہے تو پکڑا جاتا ہے کہ تم نے وہ سونچ کیوں دبایا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ خالقِ خیر و شر ہیں اور حکم دے دیا کہ خیر کو اختیار کرو اور شر سے بچو، پھر اگر کوئی شر اختیار کرتا ہے تو اسی پر مو اخذہ اور پکڑتے ہے کہ جب ہم نے منع کر دیا تھا تو تم نے اسے کیوں اختیار کیا۔

### اللہ کا فیصلہ اللہ پر حاکم نہیں، محکوم ہے

**ارشاد فرمایا کہ** مولا ناروی عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ اللہ کی تقدیر نہیں بدل سکتی: **لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ** (سورہ یونس: آیت ۲۷) تو اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے فیصلوں کو نہیں بدل سکتا بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے فیصلے کو مخلوق نہیں بدل سکتی، نہیں کہ نعوذ باللہ! اللہ میاں بھی بدل نہیں سکتے۔

بگذرال از جان ما سوء القضا

و امبر ما را ز اخوان الصفا

مولانا روئی ﷺ نے یہ دعا مانگی کہ اے خدا! آپ کا جو فیصلہ ہے یہ آپ کا مکحوم ہے، آپ اس پر حاکم ہیں لہذا اگر میرے لئے آپ نے وزن لکھی ہے تو جنت لکھ دیجئے، اپنے فیصلے کو بدل دیجئے، کیونکہ آپ کا فیصلہ آپ کا مکحوم ہے، آپ پر حاکم نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے فیصلے کو نہ بدل سکتے تو یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، کیونکہ آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں ہو سکتا، آپ اپنے مکحوم کو بدل دیجئے اور ہماری اس سوء قضا کو حسن قضابنا دیجئے۔

حدیث پاک کی دعا ہے: **أَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهَنَّمِ الْبَلَاءِ وَ ذَرْلِكَ الشَّقَاءِ وَ سُوءِ الْقَضَايَا وَ شَمَائِتَةِ الْأَعْدَاءِ** اس حدیث پاک میں سوء قضائے پناہ مانگی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اگر میری تقدیر میں کوئی شقاوت، بدختی اور سوء قضائیتی وہ فیصلے جو میرے حق میں بڑے ہیں لکھ دیئے گئے ہیں تو آپ ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرمادیجئے، شقاوت کو سعادت سے اور سوء قضائے حسن قضائے تبدیل فرمادیجئے۔ یہاں ”سوء“ کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقتضی کی طرف ہے یعنی برائی کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا کوئی فیصلہ بڑا نہیں ہو سکتا لیکن جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے، اس کے حق میں بڑا ہے جیسے نج کسی مجرم کو چھانسی کی سزا دیتا ہے تو نج کا فیصلہ بڑا نہیں، یہاں برائی کی نسبت نج کی طرف نہیں کی جائے گی کیونکہ اس نے تو انصاف کیا ہے لیکن جس مجرم کے خلاف یہ فیصلہ ہوا ہے اس کے حق میں بڑا ہے۔

**خدا جب چاہے اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے**

حدیث پاک میں سوء قضائے پناہ کی درخواست سے معلوم ہوا کہ اگر سوء قضائے حسن قضائے تبدیل ہونا محال ہوتا یا منشاء الہی کے خلاف ہوتا تو حضور ﷺ نے امت کو یہ دعا نہ سکھاتے۔ حضور ﷺ نے امت کو سکھایا کہ اللہ تعالیٰ سے فیصلے بدل والو، تقدیر میں بدل والو، تقدیر مخلوق نہیں بدل سکتی مگر خالق اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يُرِدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ))

(مشکوٰۃ المصایب: (قدیسی)، کتاب الدعوات، ص ۱۹۲)

کہ دعا کے علاوہ تقدیر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی۔ میر اشعر ہے۔  
مايوں نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطے سے  
تقدیر بدل جاتی ہے مضطرب کی دعا سے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ملیک یوم الدین فرمایا کہ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور حج کی نہیں ہوگی کہ وہ تو قانونِ مملکت کے پابند ہوتے ہیں، قانون کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، کسی مجرم کو قانون کے خلاف رہا نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن کامالک ہوں، میں قاضی اور حج کی طرح پابند قانون نہ ہوں گا، جو گنہ گار قانون کی رو سے جہنم کا مستحق ہو گا تو میں قانون سے مجبور نہ ہوں گا کہ اسے جہنم ہی میں ڈال دوں، جس کو چاہوں گا اپنے مرامحِ خسروانہ سے، اپنی رحمتِ شاہانہ سے بخشنش دوں گا۔

### دشمنوں کی ضرر رسانی سے بچنے کا وظیفہ اور دعا

**ارشاد فرمایا کہ** میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب علیہ السلام نے فرمایا کہ حسبنا اللہ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ اگر کوئی ۳۲۳ دفعہ پڑھتے تو یہ دشمنوں کو مغلوب کرنے کے لئے ہے کہ دشمن اس پر غالب نہ ہوں، اور دشمن ہوں یا نہ ہوں ۳۲۳ مرتبہ پڑھو (ایک مرتبہ چند لوگ مل کر پڑھ لیں) تاکہ حسدیں پہلے ہی سے مغلوب ہو جائیں۔ دشمن اور حسد یہی پسند کرتے ہیں کہ اس کو ترقی حاصل نہ ہو، پس جب کوئی دشمن کھڑا ہو جائے تو یہ دعا کرو **أَللَّهُمَّ انْصُرْنَا عَلَى أَعْدَائِنَا اَنَّ اللَّهَ اَهْمَّ بِنَا** اے اللہ! ہمارے دشمنوں پر اپنی مدد بھیج دیجئے، ان شاء اللہ!

اللہ تعالیٰ اس کو دوست بنادیں گے۔ اگر دوست نہ بنا تو کم از کم اس کو بے ضرر کر دیں گے اور اس کو اس کی زندگی میں ایسی فکر دے دیں گے کہ اسے فرصت ہی نہیں ملے گی کہ دشمنی کرے۔ دشمن کو اللہ تعالیٰ دعا سے یا تو دوست بنادیتے ہیں یا پھر ایسی فکروں میں مشغول کر دیتے ہیں کہ اس کو ضرر پہنچانے کی فرصت ہی نہیں ملتی، اپنے ہی آٹے، ڈال، نمک میں لگ جاتا ہے۔

## پریشانی سے نجات اور جائز حاجت کا وظیفہ

**ارشاد فرمایا کہ** ہر قسم کی جائز حاجت و پریشانی کے لئے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم نے ایک وظیفہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چار نام پڑھا کریں۔ وہ چار نام کون سے ہیں؟ یاًصَمَدُ، یَا عَزِيزُ، یَا مُغْنِيٌّ، یَا قَادِيرٌ۔ حضرت نے مدینہ شریف میں اس کے فوائد بیان کئے اور وہاں بھی حضرت کے پاس جو کوئی حاجت و پریشانی لے کر آیا تو حضرت نے سب کے لئے مجھ سے فرمایا کہ انہیں یاًصَمَدُ والا وظیفہ بتا دو کہ ہر نماز کے بعد سات دفعہ یہ وظیفہ پڑھیں، اور اول آخر گیارہ گیارہ بار مختصر درود شریف پڑھ کر دعا کر لیں۔

**یَا صَمَدُ، یَا عَزِيزُ، یَا مُغْنِيٌّ، یَا قَادِيرٌ** کا وظیفہ پڑھنے کی تعداد ہر نماز کے بعد پڑھنے کے علاوہ صرف ایک مرتبہ ہفتہ بھر میں (۱۱) بار اور پڑھ لیں۔ اب آپ پوچھیں گے کہ ایک سو گیارہ میں کیا خاص بات ہے؟ تو اللہ پاک کا ایک نام کافی ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ابجد سے اللہ کے اس نام ”کافی“ کے حروف ۱۱ بنتے ہیں الہذا جو ایک سو گیارہ مرتبہ اس وظیفے کا اول آخر درود شریف کے ساتھ پڑھے گا، ان شاء اللہ! اللہ اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔

## ہر شر سے حفاظت کا مسنون عمل

**ارشاد فرمایا کہ** کل میری گھروالی کے پاس ایک عورت آئی تھی، اس نے کہا کہ میرے سرال سے افطاری آئی تھی، اس میں سے یہ تعویذ نکلا ہے، وہ تعویذ اپنے ساتھ لا آئی تھی۔ جب میں نے تعویذ دیکھا تو وہ اچھا تعویذ تھا یعنی میاں بیوی میں محبت کرنے کا تعویذ تھا لیکن لوگ تعویذوں سے ڈرجاتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ تعویذ سے ڈرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، جہاں سے تعویذوں میں اثر آتا ہے اس سے رابطہ قائم کر لیں۔ جو اللہ کا ہو گیا دنیا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، جس کو خدار کھے اس کو کون چکھے اور جس کو خدا نر کھے

ساری دنیا اس کو پچھے۔ جو صبح شام تینوں قل پڑھ لے یعنی جو سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس تین تین دفعہ روزانہ صبح شام پڑھ لے، دنیا بھر کا کالا عمل، دنیا بھر کے جنات اس کا ایک بال بھی نہیں بگاڑ سکتے، حضور ﷺ کے مبارک الفاظ ہیں:

((قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمَعْوَذَةُ لِلَّهِ حِلْيَنْ تَصْبِحُ وَ حِلْيَنْ تُمْسِنِي  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيَكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ))

(مشکوٰۃ المصائب: قدیسی، کتاب فضائل القرآن، ص: ۱۸۸)

یہ وظیفہ تمہارے لئے ہر چیز کے لئے کافی ہے اور جس کے لئے خدا کافی ہو تو اللہ کے مقابلہ میں جنات کیا ہیں؟ ایک فرشتہ کو اللہ حکم دے دے اور وہ چیز مار دے تو سارے جن مر جائیں گے۔ ملا علی قاری عَزَّوَجَلَّ نے علامہ طبیعی عَزَّوَجَلَّ کا قول (مرقاۃ، مکتبہ رشیدیہ، جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۵ پر) نقل کیا ہے کہ آئی تَكْفِيَكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ أَوْ مِنْ كُلِّ وِرْدٍ یعنی یہ عمل ہر شر سے حفاظت کے لئے کافی ہے خواہ کوئی شر ہو، سانپ کا شر، بچھوکا شر، پڑوسی کا شر، جنات کا شر، آسیب کا شر، کسی قسم کا ڈاکہ اور قتل کرنے والوں کا شرس ب سے محفوظ رہو گے، ان شاء اللہ تعالیٰ! اور اگر کوئی دوسرا وظیفہ نہ پڑھ سکے تو یہ ورد تمام وظائف سے بے نیاز کر دے گا۔

### خلوق کی محتاجی سے بچنے کا ایک وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی کے محتاج نہ ہوں یا مخلوق کا محتاج ہونا پسند کرتے ہیں؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اتنا دے کہ ہم دوسروں کو بھی کھلانیں یا جتنا ملے سب سمیٹ کر بکس میں رکھتے رہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو آج ڈھاکا نگر میں دین کا یہ جو کام ہو رہا ہے یہ نہ ہوتا، کیا میں پاکستان سے یہاں مفت میں آ جاتا ہوں؟ کیا جہاز کے ٹکٹ کے لئے رقم خرچ نہ ہوئی ہوگی؟ آپ لوگوں کے جنہوں نے مجھے یہاں بلا یا، ان کے پیسے لگے ہیں، زر کشیر صرف ہوتا ہے۔ تو ہر انسان کی فطرت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میں کسی کا محتاج نہ رہوں اور یہ بھی چاہتا ہے کہ خدا ہمیں اتنا دے کہ دوسروں کو بھی کھلانیں۔

تو اگر آپ لوگ یہ چاہتے ہیں تو آپ (اپنے شیخ سے پوچھ کر) یہ وظیفہ پڑھا کیجئے: یا اذَا  
الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ آپ کہیں گے کہ ”یاذالجلال والاکرام“ پڑھنے سے رزق میں  
اضافہ کیا تعلق ہے؟ اب اس کی تفسیر نیں لیں ان شاء اللہ! آپ کو مزہ آجائے گا۔  
علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اس کی تفسیر کی ہے:

((صَاحِبُ الْإِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبُ الْفَيْضِ الْعَامِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، سورۃ الرحمن؛ ج ۲۷ ص ۱۵۵)

”یاذالجلال“، معنی اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے، اسے پڑھنے کی  
برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ آپ کو کسی مخلوق کا محتاج نہیں ہونے دے گا۔ اور  
”والاکرام“ کی تفسیر ہے جس کی بخشش عام ہو کیونکہ استغناء میں خطرہ تھا کہ بندوں کو یہ  
وسوہ آسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں تو شاید ہمارا خیال نہ کریں گے۔ جیسے لوگ  
کہتے ہیں کہ فلاں صاحب بڑے بے نیاز ہیں، بہت مستغنى مزاج ہیں، کسی کا کام نہیں کرتے،  
تو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اشکال کو دور کر دیا کہ میں صاحب الاستغناء لمطلق تو ہوں  
مگر تمہارے دکھ درد سے مستغنى نہیں ہوں، میں صاحب الفیض العام بھی ہوں، میرا فیض  
عام ہے۔ اس نام کی برکت سے اللہ ہم کو آپ کو اتنا دے گا کہ ہم دوسروں کو بھی دیں گے۔  
اور اگر اس کو پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک کر اپنے چہرے پر مل لیجیے تو آپ کے  
چہرے پر ایک عظمت، ایک عزت اور ایک جلال رہے گا، دوسرا آپ کو ستانیں سکے گا،  
کسی کی ہمت نہیں ہوگی کہ آپ سے آنکھ ملائے، اللہ آپ کے چہرے پر اپنی جلالت شان  
ڈال دے گا۔ ترمذی شریف کی روایت ہے:

((أَلْظُوا إِبْيَادًا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ))

(جامع الترمذی: (ابن الجوزی)، ابواب الدعوات؛ ج ۲ ص ۱۹۲)

حضرور ﷺ کا حکم ہے کہ اے میری امت کے لوگو! یاذالجلال والاکرام  
پڑھا کرو۔ یہ نبی ﷺ کا بتایا ہوا وظیفہ ہے۔ کیوں جناب! کیا نبی کا وظیفہ پیروں کے  
وظیفہ سے اعلیٰ نہیں ہوتا؟

## شرح حدیث اللہ ہم اجعلنی صبوراً وَاجعلنی شکوراً ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ دعا فرماتے ہیں:

((اللّٰہُمَّ اجْعَلْنِی صَبُورًا وَاجْعَلْنِی شَكُورًا))

(کنز العمال: (دارالكتب العلمية)، ج ۲ ص ۸۲، رقم الحديث ۳۶۷۲)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بہت زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنادیجئے۔ اس دعا میں سرویر عالم ﷺ نے صبر کی اقسامِ ثلثہ مانگی ہیں:

- (۱)... الصَّابِرُ عَلَى الظَّاعَةِ یعنی نیک اعمال پر قائم رہنا۔
- (۲)... الصَّابِرُ فِي الْمُصِيَّةِ مصیبت میں صابر رہنا۔
- (۳)... الصَّابِرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ گناہوں سے بچنے کی تکلیف اٹھانا۔

اے اللہ! ہمیں صبر عطا فرمائے (۱) ہم نیک اعمال پر قائم رہیں، (۲) اور مصیبت میں آپ پر اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہم کو یہ مصیبت ملی؟ مصیبت سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا درجہ بلند کرتا ہے، گناہوں سے پاک صاف کرتا ہے۔ ماں میل کچیل چھڑاتی ہے تو بچہ چلاتا ہے مگر بعد میں چمک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو مصیبت دے کر ان کی خطائیں معاف کرتے ہیں اور صبر کی برکت سے نسبت مع اللہ کا اعلیٰ مقام دے دیتے ہیں، (۳) اور الصبر عنِ المحسنة بھی عطا فرمادیجئے کہ نافرمانی کے تقاضوں کے وقت ہم صابر رہیں اور نافرمانی نہ کریں اور نافرمانی سے بچنے کا غم اٹھائیں۔

### حقیقی شکر کیا ہے؟

آگے حضور ﷺ دعا مانگتے ہیں: وَاجْعَلْنِی شَكُورًا اور ہمیں شکر نعمت کی توفیق بھی دیجئے اور اس کی حقیقت تقویٰ ہے کہ ہم گناہ نہ کریں۔ اصل شکر گذار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو نار ارض نہیں کرتا۔ اس کی دلیل سن لو، میں تصوف بلا دلیل پیش نہیں کرتا۔ لَقَدْ نَصَرَ كُمُّ اللَّهُ بِبَكْلُدٍ اے صحابہ! اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی وَأَنْتُمْ أَذْلَلُّو اور تم سخت کمزور تھے فَتَقْوَا اللَّهَ لَبِسْ تم تقویٰ سے رہا کرو اور ہم کو نار ارض مت کرو

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم حقیقی شکر گزار بن جاؤ۔ شکر یہ نہیں کہ منتخب بولی کھا کر کہہ دیا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے اور گناہ سے باز نہ آئے، اس طرح شکر کا حق ادا نہیں ہوا۔ زبان سے شکر کی سنت تو ادا ہوئی لیکن جب گناہ سے پچھو، نظر بچاؤ، عیناً، قلب اوقال بھیں، نمکیوں سے دور رہو تب سمجھ لو اب شکرِ حقیقی نصیب ہوا۔ تو وَاجْعَلْنِي شَكُورًا کے معنی کیا ہیں:  
آتی وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَّقِينَ یہ ترجمہ حکیم الامت کا ہے کہ مجھے متقدی بنادیجھے۔

اس نے یہ کہتا ہوں کہ ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو، ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرو،  
تشکر کی کیفیت غالب ہے تو تکبر پاس نہیں آئے گا۔ تکبر سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر  
تشکر غالب ہو کیونکہ تشکر سبب قرب ہے، شکر کرنے سے قرب الہی بڑھتا ہے اور تکبر سے  
بعد اور دوری ہوتی ہے اور دوری اور حضوری میں تضاد ہے اور اجتماعِ خد دین محال ہے۔

### علمین کا فتنہ اور اس کا رد

**ارشاد فرمایا کہ** فلاں صاحب ایک عامل کو لائے اور مجھ پر زور ڈال کے لب آپ ان کو دکھلا دیجئے، یہ بتا دیں گے کہ آپ کو کیا ہے؟ (یعنی مرض ہے، جن ہے یا جادو ہے؟) میں نے کہا کہ میں نہیں دکھلاتا۔ ان علمین کے چکر میں ہر گز نہیں پڑنا چاہیے، ہمیں تو جان دینا قبول ہے مگر ان کے چکروں میں پڑنا قبول نہیں۔ صحابہ کے دور میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگ علمین کے چکر میں آئے ہوں۔ جاہل لوگ اس میں زیادہ مستلا ہوتے ہیں۔ جب کوئی پریشانی آئے، مرض ہو ہمیں تو سنت کا طریقہ محبوب ہے کہ دونل پڑھ کر اللہ سے اپنانگم کہہ دو اور بے فکر ہو جاؤ۔ حدیث پاک ہے: إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَرِزْعَ إِلَى الصَّلُوةِ جب کوئی پریشانی آتی تھی تو حضور ﷺ نماز کی طرف دوڑتے تھے۔ دعا سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کبھی میں نے جھاڑ پھونک کو اہمیت دی تو جنوں نے کبھی میری گھڑی توڑ دی، کبھی کوئی اور چیز توڑ دی۔ تو فرمایا کہ ان عمليات کے چکروں میں پڑنا ہی نہیں چاہیے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں اس عامل کو دکھاؤ؟ میں نے کہا ہر گز مت دکھاؤ۔ عہد صحابہ میں علمین کا وجود

نہیں تھا، جو چیز خیر القرون میں نہیں تھی، یعنی نہ حضور ﷺ کے زمانے میں تھی، نہ صحابہ کے زمانے میں تھی، نہ تابعین کے زمانے میں تو اب ۱۳۱۰ سو بر سو کے بعد ان عالمین نے کھانے پینے کا چکر بنارکھا ہے۔ عالموں سے فائدہ ہونا کوئی کمال نہیں، فائدہ تو چھوچھٹ سے نفیاً تی طور پر ہو ہی جاتا ہے۔ اب یہ جو عامل آیا تھا مفتی حسین بھیات نے بتایا کہ اپنی جھاڑ پھونک میں جے پال جوگی کا نام لیتا ہے۔ بتائیے! کیا ہندوانہ نام سے برکت ہو گی؟ یہ خود غیر اللہ ہے اور غیر اللہ سے استمداد ہے اور غیر اللہ سے استمداد حرام ہے بلکہ شرک ہے۔

### یاقِ تھار کا وظیفہ

بس اللہ کا نام لو۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام قھار ہے جس کے معنی ہیں: **اللَّذِي يَكُونُ كُلُّ شَيْءٍ مُّسْعَرًا تَحْتَ قَدْرِهِ وَقَضَاءُهُ وَقُدْرَتِهِ** قاروہ ذات ہے کہ ہر چیز جس کی قضا و قدرت کے تحت ہے۔ اس میں شیاطین اور جنات اور جادو سب آگیا، کیونکہ سب اس کی قدرت کے تحت ہیں۔ لہذا اس نام کو ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ کر دعا کرو کہ اے اللہ! آپ کا نام لیا، جس کے معنی ہیں کہ ہر چیز آپ کی قدرت کے تحت ہے، اس نام کے صدقہ میں مجھ پر اگر جن، جادو یا یماری جو کچھ بھی ہے اس کو بھگا دیجئے۔ ہم کہتے ہیں کہ موت قبول کرو، اپنے اللہ سے مل جاؤ مگر ان نالائق عالمین سے علاج نہ کرو جو جے پال سکھ کو پکار کر ایمان خراب کرتے ہیں۔ ہم اللہ پر جان دے سکتے ہیں مگر عالمین کے ہاتھوں ایمان دے کر ہمیں حیات نہیں چاہیے۔ جب اللہ کے پاس جانے کا مقرر وہ وقت آجائے گا تو کیا کوئی عامل روک سکتا ہے؟ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن جے پال جوگی کا نام لینا غیر اللہ کو پکارنا ہے اور ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ میں اللہ کے نام یاقِ تھار کا اللہ کی رحمت کو واسطہ دیتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے نام یاقِ تھار کی برکت سے ہمیں ہر مصیبت سے نجات عطا فرمائیے اور اپنی حفاظت نصیب فرمائیے۔ کوئی شے نہیں جو اللہ کی قدرت سے خارج ہو تو ہم کیوں غیر اللہ کی خوشامد کریں۔ کسی حدیث میں دکھادو کہ جب کوئی نہ اچھا ہو تو اس کو عالمین کو دکھاؤ؟ ہے کسی حدیث میں؟ عالمین کے دماغ ان کی خوشامد کر کے

ہم لوگوں نے خراب کئے ہیں۔ اکثر عالمین نے عملیات کو دھندا بنا رکھا ہے اور یہ تو طے ہے کہ عالمین صاحبِ نسبت نہیں ہوتے۔ یہ حضرت حکیم الامت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے کہ عالمین کی نسبت باطنی فوت ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی نظر اللہ سے ہٹ کر عملیات پر ہو جاتی ہے۔

### گمراہ عالمین سے بچنے کی نصیحت

**ارشاد فرمایا کہ** قضا و قدر اللہ کے اختیار میں ہے، روزی کا گھٹانا بڑھانا اللہ کے اختیار میں ہے، **يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيُقْدِرُ اللَّهُجُسْ** کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے نگ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا اختیار قرآن شریف میں بیان کیا ہے تو اللہ کا کلام کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، ساری دنیا اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ لہذا گمراہ لوگوں کے پاس جانا، ایسے کام جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوں ہرگز نہ کریں۔ مسلمان عقیدہ خراب کر کے جہنم میں جائے اس سے بہتر ہے کہ صحیح مقیدہ لے کر مر جائے اور جنت میں جائے۔ موت کا وقت مقرر ہے:

**لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ اللَّهُتَعَالَى فَرْمَاتِي**

نے لکھ دیا ہے اس سے ایک سینڈاً گے پیچھے نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہو اور اللہ ہی سے مدد چاہو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ حضور ﷺ بہترین نمونہ بنانے کا بھیجے گئے ہیں، آپ کی زندگی کا ہر عمل بہترین نمونہ حیات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (سورہ احزاب: آیت ۲۱) حضور ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے، اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ سورہ اخلاص، فلق اور ناس تینوں سورتیں جو پڑھنے کا مخلوق کے ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ صحابہ کے زمانے میں یہ چیزیں نہیں تھیں کہ کوئی مصیبت آئی اور عامل کے پاس پہنچ گئے لہذا کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے ایمان کو نقصان پہنچے، ایمان سب سے بڑی نعمت ہے۔ اگر ایمان پر خاتمہ ہو گیا تو جنت ہمیشہ کے لئے ہے، جہاں موت بھی نہیں، اور اگر خدا خواستہ ایمان ضائع ہو گیا تو جہنم ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس لئے ایمان کو ضائع نہ کرو، ہر کام کو ایسے مفتی سے پوچھلو جو مقتی بھی ہو،

اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ مفتی اگر اللہ سے ڈرنے والا ہے تب مفتی ہے لیکن اگر اللہ سے نہیں ڈرتا تو مفتی نہیں ہے، مفت کا ہے، معلوم نہیں کیا سے کیا کہہ دے اور خدا سے ڈرنے والا سچی بات کرے گا۔

## شریعت کے خلاف کسی بھی عالم کا عمل جحت نہیں

(جنوبی افریقیہ میں بعض لوگوں نے ہندوستان سے ایک عامل کو بلا یا تھا جو عالم بھی تھا لیکن اپنے عملیات میں ایک ہندو کا نام لیتا تھا۔ حضرت والا نے ایسے عامل سے علاج کرانے کی وقتاً فوقاً سختی سے تردید فرمائی)

**ارشاد فرمایا کہ** غیر اللہ کے لئے کوئی کام کرنا شرک ہے اور اللہ کے لئے، اللہ کی رضا کے لئے کام کرنا حقِ عبدیت ہے۔ اپنی زندگی کی کوئی سانس اللہ کی مرضی کے خلاف نہ گزارو اور ہر سانس اللہ کی مرضی پر فدا کرو۔ اللہ مجھ کو بھی توفیق دے اور میرے سب دوستوں کو بھی توفیق دے۔ کسی بڑے سے بڑے عالم کا عمل بھی جحت نہیں جب تک کہ شریعت کے تابع نہ ہو، جب تک شریعت اس کی تائید نہ کرتی ہو۔ جیسے یہ عامل آئے تھے جو عالم بھی ہیں لیکن عملیات میں جے پال جوگی کا نام لیتے ہیں، یہ کہاں جائز ہے؟ بلکہ ایمان صاف ہونے کا خطرہ ہے۔ عالم کے لئے بھی شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ شریعت کی اتباع فرض ہے نہ کہ کسی کا عمل۔ اگر کسی عالم کا عمل شریعت کے خلاف ہے تو اس کے عمل کی اتباع نہیں کی جائے گی، شریعت کی اتباع کی جائے گی۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عملیات سے نسبتِ باطنی فوت ہو جاتی ہے، کوئی عامل صاحب نسبت نہیں ہوتا۔ غیر اللہ سے استمداد کرنا جائز نہیں بلکہ ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اگر دم ہی کرنا ہے تو قرآن شریف کی آیتیں پڑھ کر دم کرو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: وَنُذِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاعًا وَرَحْمَةً لِلّهُمُّوْمِنِينَ۔ اگر عملیات کا ایسا عمل دخل ہوتا تو جتنے اہل حق عالم گزرے ہیں ان کو مخالفین عملیات سے مغلوب کر دیتے اور اہل حق پر جادوگروں سے جادو اور جن چڑھادیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کو

کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو جادوگروں کا محتاج نہیں فرمایا کہ ان کی خوشامد کریں کہ بھتی! ہم پر جادو نہ کرنا، جن نہ چڑھانا۔ اللہ جس کو رکھے اس کو کون چھے۔ لہذا اللہ پر نظر رکھو، ان عاملوں کے چکر میں مت پڑو، اللہ سے رجوع کرو۔

سنّت تو یہ ہے کہ دنیا میں چین سے رہنا ہے تو اللہ کے ولی ہو جاؤ اور اللہ کے ولی کون ہیں؟ جو گناہ سے بچتے ہیں۔ جو اللہ کا ولی ہو جائے تو دوست اپنے دوست کی حفاظت نہ کرے گا؟ یہ تو کمزور آدمی ہوتا ہے جو اپنے دوست کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ سوچتا ہے کہ شمن تگڑا ہے، میں خود پڑ جاؤں گا تو دبک جاتا ہے، اس لئے دوست کی مدد سے ہاتھ کھیچ لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے، وہ ہمیشہ اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ گناہ کے ساتھ اللہ نہیں ملے گا، گناہ سے توبہ کرنے سے ملے گا، لہذا گناہ سے توبہ کرو۔ ابھی توبہ اختیار میں ہے، توبہ کر کے پاک ہو جاؤ۔

### مقتداء کو گمراہ لوگوں سے نہیں ملنا چاہیے

(اسی عامل کے بارے میں جب حضرت والا دامت برکاتہم کو بتایا گیا کہ اس نے بعض مقامی علماء کا بھی علاج کیا تو حضرت والا نے اس کا رد فرمایا اور---)

**ارشاد فرمایا کہ** ایسے گمراہ شخص سے تعویذ لینا، علاج کرانا اور ملنا جائز نہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ نے لکھا ہے کہ جو مقتداء ہو یعنی جس کی لوگ بیرونی کرتے ہوں، ایسے شخص کو بعض ایسے جائز کام کرنا بھی جائز نہیں جس کی وجہ سے عوام فتنہ میں پڑ جائیں، ان کا عقیدہ خراب ہو جائے یا وہ کسی گناہ میں بتلا ہو جائیں۔ دیکھوموت آئے گی اور اپنے وقت پر آئے گی لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ایک سینڈا کے پیچھے نہیں ہو سکتا لہذا ان چیزوں کے چکر میں پڑ کر اپنا عقیدہ کیوں خراب کرتے ہو؟ ان عاملین کو اگر دکھاو تو کچھ نہ کچھ بتا دیں گے کہ آپ پر سحر ہے، اور اتنے سال سے ہے، اور آپ کا کوئی مخالف ہے۔ ارے کون سا ایسا انسان ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا: قُلْنَا أَهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوُ دُنْيَا میں بھیج رہا ہوں

لیکن تمہارا بعض بعض کا دشمن ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے، کیسے غلط ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ارحم الرحمین ہیں۔ بھلا رحم الرحمین اپنے بندوں کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ جو چاہے جنات آسیب جادو سے ان کو مار دے؟ الہذا رحم الرحمین نے جب پیدا کر دیا تو اپنے ۹۹ رہنمہ بھی دے دیئے کہ جس قسم کی ضرورت ہو، ہمارے ناموں سے انتخاب کر کے پڑھو یعنی اُس نام سے ہمیں پکارو، ہم تمہاری حاجت کو پورا کریں گے خواہ کتنی ہی حاجتیں ہوں، ہمارے ۹۹ رہنمہ تمہاری تمام حاجتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

پھر ان کے ہوتے ہوئے عاملوں کی کیا ضرورت ہے؟ صحابہؓ عملیات نہیں کرتے تھے، ان کو تو سنت سے عشق تھا۔ جو کچھ حضور ﷺ نے بتا دیا ہی کرتے تھے، وہی اوراد پڑھتے تھے جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے مثلاً تینوں قل تین میں مرتبہ صبح و شام اور حسیٰ اللہُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ... رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سات مرتبہ صبح و شام۔ لہذا صبح و شام یہ اوراد پڑھتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ! عاملوں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ قرآن شریف میں ہے کہ پہلے جنات انسانوں سے ڈرتے تھے اور جنگلوں میں رہتے تھے لیکن جب سے انسانوں نے جنوں کی دہائی دینی شروع کی کہ جن بابا! دہائی ہے تو انہوں نے کہا اے! یہ تو ہم ہی سے ڈرتے ہیں، اس لئے ان پر مسلط ہونے لگے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا  
 إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى  
 خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ  
 يَرَجُمَنَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ



## درسِ تسلیم و رضا

ارشاد فرمایا کہ بندے کو ہر حال میں راضی بردار ہنا چاہیے۔ حالات موافق ہوں تو شکر ادا کرو کہ اے اللہ! میں اس قابل نہ تھا، میری ناہلیت کے باوجود آپ نے اپنا فضل فرمایا، اور اگر حالات مخالف ہوں تو اور یقین رکھو کہ اس میں ہی تمہاری کوئی مصلحت ہے البتہ اپنی حاجت کے لئے گریہ وزاری کرتے رہو، مانگتے رہو لیکن شکایت کا کوئی لفظ زبان پر نہ آئے نہ دل میں کوئی غلط خیال رہے مثلاً کسی کی شادی نہیں ہوتی تو یوں سوچنے لگے کہ اگر ہمارے پاس مال و دولت ہوتی تو ہماری بھی شادی ہو جاتی۔ خوب سمجھ لو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، پوری کائنات اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی زیر بوبیت ہے۔ دولت مندرجہ اس کی بوبیت سے خارج نہیں۔ اگر امیروں کو آرام میں دیکھتے ہو تو وہ بھی اللہ کی بوبیت کی ایک شان ہے۔ امیروں کا یہ آرام روپیہ پیسہ کی وجہ سے نہیں ہے، مال میں یہ اثر نہیں ہے کہ ان کی خواہشات کو پورا کر دے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں جس حال میں رکھتے ہیں، کتنے امیرا یے ہیں کہ مال دھرا رہ جاتا ہے اور ان کی آرزو نہیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں۔

کفار جو دنیا میں عیش اڑا رہے ہیں کیا کسی مسلمان کے دل میں نعوذ بالله! یہ تمنا ہو سکتی ہے کہ ہم بھی کافر ہوتے کہ خوب عیش اڑاتے۔ ایسی تمنا کرنا بھی کفر ہے۔ خوب سمجھ لو کہ روس اور امریکہ بر عایت مراجح خسر و انہ زندگی کے ایام گذارے ہے ہیں، کبھی ان پر لائچ نہ کرنا، یہ پھانسی کے مجرم ہیں جسے حکومت نے اپنے خزانہ سے روپیہ دے دیا ہے کہ پھانسی لگنے سے پہلے پہلے عیش کر لےتا کہ کوئی آرزو دل میں نہ رہ جائے۔ کیا ایسے مجرم کو کھاتا پیتا دیکھ کر کوئی یہ آرزو کرے گا کہ کاش ہمیں بھی یہ عیش مل جاتا؟ ارے! تمہارے پاس تو وہ دولت ہے کہ ساری کائنات اس کے سامنے بے قیمت ہے۔ اپنے پاس خزانہ چھپائے ہوئے ہو اور در بدر کوڑیوں کی بھیک مانگتے پھرتے ہو۔

|                              |                          |
|------------------------------|--------------------------|
| یک سبد پُر ناں ترا بر فرق سر | تو ہی جوئی لب ناں در بدر |
|------------------------------|--------------------------|

ترجمہ: روٹی سے بھری ہوئی ایک ٹوکری تیسرے سر پر کھی ہے اور تو روٹی کے ٹکڑے کے لئے در بدر مانگتا پھرتا ہے۔ دولت ایمان کے سامنے دنیا و مافیہا کی تمام نعمتیں بیچ ہیں۔ جیسے اہل دنیا چاندی کے سکوں کی حفاظت کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ ایمان کی حفاظت اور اس کی ترقی کی دھن ہوئی چاہیے۔  
(اقتباس از کتاب خزانہ معرفت و محبت)

**شیخُ الْعَرَبِ عَارِفُ نَبِيِّ اللَّهِ مُحَمَّدٌ دُرْنَاهُ صَفَرٌ مَوْلَا نَشَاهٍ حَكِيمٌ حَمَدٌ مَلَحَمٌ صَاحِبٌ**

یہ کتاب ادابہ ہذا سے بلامعاوہ حمدیہ تقدیم کی جاتی ہے  
اس کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہے